

پانچ روپیہ کی کتابیں بیشت منگائیے
اس صورت میں محصول آپ سے
نہیں لیا جائے گا

غالب بک ڈپو دہلی

مشہور مصنفین کی مفید اور دلچسپ کتابوں کا بیش بہا ذخیرہ

سورہ پیہ کی کتابوں پر پچیس
روپیہ کمیشن دیے جائیں گے۔

حضرت خواجہ حسن علی دہلوی کی فرانسیسی کی مقبول علم تصانیف علامہ راشد الخیری مولانا ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

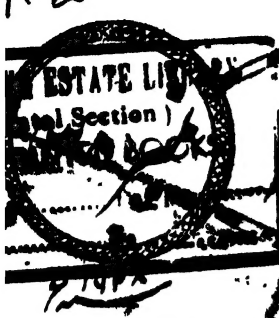
۱	۱	۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳	۳	۳
۴	۴	۴	۴	۴	۴
۵	۵	۵	۵	۵	۵
۶	۶	۶	۶	۶	۶
۷	۷	۷	۷	۷	۷
۸	۸	۸	۸	۸	۸
۹	۹	۹	۹	۹	۹
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵	۲۵
۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷	۲۷
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳	۳۳
۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴
۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵	۳۵
۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷	۳۷
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱	۴۱
۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲
۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳	۴۳
۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴	۴۴
۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵
۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶
۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰
۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱	۵۱
۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲
۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳	۵۳
۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴	۵۴
۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵	۵۵
۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶	۵۶
۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷	۵۷
۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸	۵۸
۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹	۵۹
۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰
۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱
۶۲	۶۲	۶۲	۶۲	۶۲	۶۲
۶۳	۶۳	۶۳	۶۳	۶۳	۶۳
۶۴	۶۴	۶۴	۶۴	۶۴	۶۴
۶۵	۶۵	۶۵	۶۵	۶۵	۶۵
۶۶	۶۶	۶۶	۶۶	۶۶	۶۶
۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷
۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸
۶۹	۶۹	۶۹	۶۹	۶۹	۶۹
۷۰	۷۰	۷۰	۷۰	۷۰	۷۰
۷۱	۷۱	۷۱	۷۱	۷۱	۷۱
۷۲	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲
۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳
۷۴	۷۴	۷۴	۷۴	۷۴	۷۴
۷۵	۷۵	۷۵	۷۵	۷۵	۷۵
۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶
۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
۷۸	۷۸	۷۸	۷۸	۷۸	۷۸
۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹
۸۰	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰
۸۱	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱
۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲
۸۳	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳
۸۴	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴
۸۵	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵
۸۶	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶
۸۷	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷
۸۸	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸
۸۹	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹
۹۰	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰
۹۱	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱
۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲
۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳
۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴
۹۵	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵
۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶
۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷
۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸
۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰

PAIMANA. 2 —



مات بعد





پیمبر



جنوری

ذریعہ منی آرڈر چھ روپے

صفحہ تعارف

قیمت سالانہ
ذریعہ منی آرڈر دھیمہ ذریعہ وی بی ڈی

صفحہ	تفصیلات	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ	تفصیلات	عنوانات	نمبر شمار
۳۲	مسیح قریبی مسیح خدیجہ - نذر	ولادت گوتم بدھ	۱	۱	تصویر:	صفحہ تعارف	۱
۳۳	سجاد حیدر وحید کھنوی	عورت اور آزادی کا مسئلہ	۲	۲	ساغر نظامی	جرعات	۲
۳۴	میاں انوار حسین ایم اے	دین کی جوگن بکت ٹاؤن	۳	۳	سیلاب اکبر آبادی	ادبیات	۳
۳۵	بلقیس جمال خاتون بریلوی	شعر الحرم (مذکرہ)	۴	۴	مضمون	ولادت گوتم بدھ و متعلقہ	۴
۳۶	ساغر نظامی	عرب انگریز شاعر عورتیں	۵	۵	عرفان گوارہ حیات میں نظم	مضمون	۵
۳۷	سیلاب اکبر آبادی	اذکار و مباحث	۶	۶	بابر کا شخصی انکشاف	تاریخی مقالہ	۶
۳۸	سیلاب اکبر آبادی	چیمہ کی آہستہ خرامی	۷	۷	سی بی، آئی پرنس اسلام	نظم	۷
۳۹	سیلاب اکبر آبادی	چیمہ کی ترتیب میں تبدیلی	۸	۸	کالج لاہور	نظم	۸
۴۰	سیلاب اکبر آبادی	رسالوں کا معیار	۹	۹	نظم	نظم	۹
۴۱	سیلاب اکبر آبادی	مشاعروں کی اصلاح	۱۰	۱۰	نظم	نظم	۱۰
۴۲	سیلاب اکبر آبادی	میری ڈائری کے چند ورق	۱۱	۱۱	نظم	نظم	۱۱
۴۳	سیلاب اکبر آبادی	یاران میکرہ	۱۲	۱۲	نظم	نظم	۱۲
۴۴	سیلاب اکبر آبادی	الہامات:-	۱۳	۱۳	نظم	نظم	۱۳
۴۵	سیلاب اکبر آبادی	مشہور شعرا و کاتازہ اشعار	۱۴	۱۴	نظم	نظم	۱۴
۴۶	سیلاب اکبر آبادی	مولانا وحشت مولانا راد حضرت اکبر	۱۵	۱۵	نظم	نظم	۱۵
۴۷	سیلاب اکبر آبادی	مولانا علی آبادی انصاری سیلاب اکبر آبادی	۱۶	۱۶	نظم	نظم	۱۶
۴۸	سیلاب اکبر آبادی	حضرت رضا اکبر آبادی ساغر نظامی	۱۷	۱۷	نظم	نظم	۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیرات

آغاز جدید

پھر پرشِ جراتِ دل کو چلائے عشق
پھر جمع کر رہا ہوں دلِ نختِ نخت کو

ساہانِ صدفِ ہزار نمکداں کیئے ہوئے
مدت ہوئی ہے نصرتِ ترگاں کی ہوئے

رات جب گزر جاتی ہے تو صبح درخشاں ہوتی ہے اور راتِ خواب سے بھنکار ہو چکنے والے ہجرِ زندگی کی تنگ و دوپٹا معروف ہو جاتے ہیں جڑیاں راتِ حیرتِ سبز بتوں کی پناہ میں بسیرا لیتی ہیں مگر سورج کی پہلی کرن کے نکلنے سے پہلے خالقِ حیات کی بارگاہ میں انعامِ عبودیت پیش کرتی ہیں۔ اسی طرح ہر خواب کے بعد ایک بیداری ہر خاموشی کے بعد ایک ہنگامہ ہر ہنگامے کے بعد ایک سکون اور ہر سکون کے بعد پھر ایک ہنگامہ ہے یعنی فطرت نے انقلابات کی تہوں میں نظامِ حیات مرتب کیا ہے۔

اسی نظامِ عالم کے تحت میں آج عبودیت کی ورنی تیار کر رہا ہوں پر جاغیر ہو ہوں اس مرتبہ کی ماضی اپنے اندر ایک جمیل و جلیل شان رکھتی ہے۔ آج پیمانہ "جس میکدہ" ادب سے مستانہ دینے کے لئے طلوع ہوا ہے وہاں ایک طرف اردو شاعری کا خدا غالب جلیل اپنی فردوسی بارگاہ میں معروف ایک گونہ بخود ہی ہے دوسری طرف اردو شاعری کا آدم، ذوق و اپنی وطنی خوابگاہ میں آرام فرما رہا ہے، ایک جانب وہ قلعہ معلیٰ ہے جہاں اسلامی سطوت نے آخری ہچکلی اور جہاں "دوشینہ اردو" کا گہوارہ تخلیق اب تک جنبش میں ہے، سامنے مسجد کا بلند اور عظمت آبا میں نار ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بلند قامت فرشتہ منہج ہو کر رہ گیا ہے یا تختی نے شکل اختیار کر لی ہو۔ چاندنی میں مسجد کے برج مر مر میں پرینار کا گہرا سایہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پھیلائے کسی شہرہ پہ پانی پی رہا ہے۔

میکشان ادب کے معنی ہائے تشنگی، سحر ہائوں، جواب کیا دوں؟ جبکہ کیف کی زیادتی سے میں خود بھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ دوپٹا کیوں رنگ گیا تھا۔ بہر کیف نمرہ ہائے مستی سے مجبور ہو کر پھر ساغر و پیمانہ پر ہاتھ جاتا ہے اور وہ شرابِ ادب جس کے ایک ایک قطرہ میں "غالب" خیاں، "مہر" حادق، گئے مشیلے، در و در زخم، نامت کماں، ابونواس، آزاد، نظیر، میر اور دواع کے عجاوبہ حقائق

اور یکدم جذبات کی اسرار برسانو الی مستیاں جبکہ وہی ہیں۔ پھر عالم پر جنم کی جاتی ہے دینیا ہے کہ کتنے ہوش میں رہتے ہیں اور کتنے بہتے ہیں جس سے وہ "قار ہوش" قائم رکھ کر پھر جام طلب کیا، اس نے گویا ساقی ازل کے ہاتھ پر کیفیت بوسہ ثبت کر دی۔ اور جو بہکا وہ مردود ہوا۔

”زندگی“ ایک مسلسل بخودی اور شورش کیف و کم کا نام ہے، مصیبت اور پریشانی کا زاد ہمد کسل کی حثیت رکھتا ہے، جب ایک عادی غم کو دورِ عالم میں تغیرِ ساغر تہی دکھاتی ہے تو وہ غمار سے جا ہی لیتا ہے اور چپ ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع کے لئے میں کہتا ہوں

ہے یہ ایک کیف آفریں سرسبزِ دفعِ کسل کی
لذت ہے یا دکر لے مرگراں ہونے کے بعد

اگست ۱۹۷۲ء کے بعد لاہور سے واپس ہو کر ایک مسلسل سرگرائی رہی مگر میں ”لذت“ سے کی یاد میں رہا۔ اس فلسفہ زندگی کی علی کامیابی کا ثبوت یہ ہے کہ میں اس مشہد کسل کی فصیلوں کو پھانڈ کر شاداب میدانِ محل میں پھر کو درخشا ہوں۔ خوف یہ ہے کہ ساقی ایام پھر کہیں مجھے اتنی زبلا دے کہ مرگراں ہو جاؤں، اور پیمانہ ہاتھ سے چھوٹ پڑے،

پیمانہ کا سب سے پہلا دور دارالسلطنتِ اکبر آباد سے شروع ہوا پھر شکی گردش دارالسلطنت لاہور تک پہنچی اور اب اس کے نشاۃ ثانیہ کا افتتاح دارالسلطنتِ دہلی کی فضاؤں میں ہو رہا ہے۔

دارالسلطنتِ دہلی سے پیمانہ کا اجرا ایک نہایت شاندار اور پر کیف بات ہے۔ مرکزِ زبان اور قعرِ زبان دہلی سے ایک ادبی رسالہ کی اشاعت جس قدر موروں ہو سکتی ہے اسے کون نہیں جانتا۔ خصوصاً ایسی شائعات میں جب کہ استنبڑے دارالسلطنت سے جس کا دعوہ ”ہندوستان“ سے تعبیر کیا جاتا ہے ایک سے زیادہ ادبی رسالہ شائع نہیں ہوتا۔

دہلی کی فضاؤں میں جذبِ کشش کا مادہ کافی سے زیادہ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، ہلوی، اہلال، ”والبلاغ“ کو دہلی سے شائع کرنا چاہتے تھے۔ نیاز فتحپوری ”نگار“ کو دہلی لانا چاہتے تھے یہ حضرات گرامی تو سوچتے ہی رہ گئے مگر اتفاق سے مولینا سیما ب نظر کو دہلی آگیا۔ ان کا سفرِ مقدرات سے متعلق ہے فطرت کو منظور یہ تھا کہ پیمانہ از سر نو مادہ ادب کی کشیدہ کے لئے دہلی کی مبارک اور تاریخی فضا سے شائع ہو۔ اس تاریخی فضا سے جہاں مطلعِ حیات سے ہزاروں آفتاب پیدا ہوئے اور جنکی بے شمار تجلیوں نے ایک ساتھ جگمگا کر چشمِ کائنات کو غیرہ کر دیا۔

ایک ایسے موزوں مرکز سے جہاں ادب اردو کے تحفظ کا ہمیشہ اسکان رہا ہے پیمانہ کا اجرا میرے خیال میں بامعنی ضروری ہے میں ایک ایسے ادبی دارالسلطنت میں جھکے جہاں اردو پیدا ہوئی، جہاں ہمیشہ اردو کی حکمرانی رہی، جہاں اب بھی اردو صوبہ کی زبان

ہے جواب بھی دارالسلطنت ہی، اور جہاں اب بھی جلیل القدر مشاہیر شعرا اور دانش ور موجود ہیں، پس اند کو گوش دے رہا ہوں۔

دہلی ادب اردو کی ہر زمانے میں اشاعت کرتی رہی ہے اور اس میکڈاؤب سے ہمیشہ وہ شرب پیش ہوتی رہی ہے جو آج کیف جہیز کی تعمیر کا باعث ہوئی اور جس نے موجودہ نسلوں کے غیر میں جذب ہو کر سرور حیات کو ایک مخموری دوام میں تبدیل کر دیا۔ کیا اس سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ کبھی اس دارالادب میں یہ چوڑا ذوق غالب اور داغ و ریسخ نہ جیسے عظیم کے شان ادب نے جہوم جہوم کر اپنے ستارہ فنون سے کائنات کو ایک گہرے نشہ میں ڈبو دیا تھا، اور جہاں اب تک غالب کی روح کا وجدان ہواؤں میں خوشبو پیدا کرتا معلوم ہوتا ہے

کیا تم کہہ سکتے ہو کہ خیر کے اسوؤں سے دہلی کی خاک خشک ہو گئی ہے؟ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ غالب ملک بردوش کا ہتھیار ہستی وہ ہتھیار ہستی جس میں کائنات اور فلسفہ حیات کی روح ناجہتی ہوئی معلوم ہوتی تھی خاموش ہو گیا ہے؟ ہاں تم یہ نہیں کہہ سکتے، اور اگر کہہ سکتے ہو تو یہی کہ میٹر کے اسوؤں سے پہلے صرف دہلی کی خاک نم آلود تھی، آج تمام ہندوستان کی زندگی بھیک گئی ہے۔ کبھی غالب کے ہتھیار ہستی میں کائنات اور فلسفہ حیات کی روح ناجہتی ہوئی معلوم ہوتی تھی اب کائنات اور زندگی خود ایک مسلسل رقص میں محو ہو گئی ہے۔ اور ہر دل میں ہلکے لٹکے کعبہ بن گیا ہے جس میں غیر اور روح سجدہ کر کے چمکے ہوئے علوم تھوہیں

حقیقت یہ ہے کہ دہلی کی خاک سے بہت سی عظیم المرتبت ہستیاں پیدا ہوئیں جن کے کمال کے آگے اور جن کے علمی و شعری اوڑھ رومانی اقتدار کے سامنے دنیا نے اپنا سر خم کر دیا۔

ذہنی ترقی و تمدن اور مولانا آزاد، سادہ اور سستہ، سادہ تر حیات اسی خاک سے پیدا ہوا جس نے عین اس وقت جبکہ قوم موت انگنماں اور تباہی کے غاریں گر جانا چاہتی تھی جبکہ قوم کا مرض لاعلاج ہو گیا تھا، جبکہ ملت کا شیرازہ بکھر جانا چاہتا تھا اور جبکہ مسلمانوں کا تمام تر مستقبل حال کی نزاکت کے ساتھ ساتھ تاریک ہو جانا چاہتا تھا، ایک ایسی مشعل علم و روشن کی جس نے زندگی کی شاہراہ نظر آنے لگی، ایک ایسا نظام مرتب کیا جس نے ملت کے شیرازہ کو منضبط کر دیا، ایک ایسا نسخہ تجویز کیا جس نے اب حیات سے زیادہ کام کیا، اور قوم کو گرنے تباہ و برباد ہونے سے بچا لیا، وہ دنیا کے سامنے ناچا، رویا، ہنسا، گز گزایا، بڑبڑایا اور آخر کار ایک ایسی تعمیر عظیم کا سنگ بنیاد رکھ گیا جس سے قوم کی ہمیشہ ترتیب اور تنظیم ہوتی رہی۔

شب کو محفل ناؤ نوش میں پیلا کر بخودی کی گود میں سو گئے دن چرہ ہے تک سوتے رہے۔ آخر ایک بیداری کی روشنی سے منور تمازت نے مخمور روح کو جہیز و ریشے ہی آنکھ کھلی ایک نئے انتخاب کی شعاعوں نے نگاہوں کو غیر کر دیا۔

یہ ایک نئے آفتاب ادب کی شعاعیں تھیں جن کی روشنی بڑا راستہ روح کی گہرائیوں میں اتاری چلی جا رہی تھی۔

معموروں نے جب ایسی عجیب تصویر اپنی روح دل و دماغ اور ذہنیت میں محسوس کی تو ایک ساتھ گہرا کراہتھ بیٹھے معلوم ہوا کہ یہ شعاعیں کسی دائرہ تاثیر سے نہیں آ رہی ہیں بلکہ ایک سرودی روح "ایک پیکر قدرت" کے جاگ و جلال سے بھری ہوئی طاقت سے چھوٹ رہی ہیں۔ یعنی دہلی کی مردم خیز مریض نے ایک نیا وجود گرامی پیدا کیا ہے۔

سبکی فی قضا ہو گئی، "بے ہشی غائب ہو گئی، پر سکون سرور پرشمن بھاری ہو گیا اور "الوای ادب" میں انشا پر داری کا نیا خوش نامہ لاج

ادب المثلث بینی حضرت خواجہ حسن نظامی مظاہر العالی

کے سر پر رکھا گیا۔ ادبی فکر کی فروع ہو گئی اور جلالت مآب نے "السلطنت میں بشمار ادبی آفتاب پیدا کر کے ان کی کرنوں سے سارے ہندوستان کو گلے لگا دیا دہلی میں اس وقت حضرت خواجہ صاحب کی صرف ادبی شخصیت ہی کارفرما نہیں ہے۔ بلکہ ان کے مبارک خیالات ان کے روحانی جذبات اور ان کے مقدس احساسات ان کی روح کی پاکیزگی، اور ان کی ہستی کی بلندی کی کافی سے زیادہ روشن دلائل ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب کا "تحریر روحانیت، لطافت، علمائیت اور حقائق سے لبریز ہوتا ہے۔ ایک مدہوش نے کش ادب "ساتی ادب" کے محاسن اور کیفیات کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے حضرت خواجہ صاحب میری رائے اور تبصرے سے بہت بلند ہیں۔ اتنے بلند کہ شخص انہیں دیکھ نہیں سکتا۔

مقامی ادیبوں اور شعراء میں مولانا راشد الخیری خان بہادر میر نادر علی خاں صاحب مدیر مصلح عام، جناب طبعی دہلوی، نواب سران الدین صاحب سائل مولانا وحید الدین خان صاحب تنجو، مرزا حمید الدیوبگ صاحب ہاجر مدیر "راستخ"، مولانا نادر میر "شعلہ"، جناب بہار راج بہادر برقی بی اے حضرت رونق دہلوی، پتہ اترنا تہہ صاحب ساحر دہلوی اور خان بہادر حضرت مضطر دہلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا راشد الخیری کا تمام قراداد بنسوانیات کے محاسن ہندوستانی معاشرت اور اخلاق کے تاریک روشن پہلوؤں کی ایک بہترین تصویر ہے۔ ان کے افسانوں میں ایک نمایاں نمونہ ہی ہوتی ہے اور سید زور ہوتا ہے۔ ان میں ہمیشہ نظم کا ہتھارہا ہوں لیکن وہ معذور غم بھی ہیں۔ میر نادر علیاں صاحب دہلی کے ان بزرگ اور محترم ہستیوں میں ہیں جو اپنے بعد ہر دل میں کمال کے جذبات کو محض کر دیا گئے۔ میر صاحب کا طرز تحریر جیسا کہ میں عرض کر چکی ہوں کہ ان کے لکھنا ہوں ہندوستان میں جس کے بعد اور مخصوص ہے، اور ایک ایسی لذت سے ملو جو مجھے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا طبعی دہلوی ادب لطیف کے جوہر و تن مزین ایک گہر گراں مایہ ہیں، وہ ہیں جس کے الگ مسرت اور عشرت جذبات کا دس میٹہ میں ان کے بعد ایک ہستی دہلی میں اور ہے سید عزیز حسن صاحب بقائی مدیر "شعلہ"۔ بقائی صاحب شاہراہ حیات کے آفتابی نشان ہیں ان کی تحریروں میں شوخی اور مسکراہٹ پائی جاتا ہے، اور وہ اکثر قوم فروش لیڈروں کا کام مولو لیں اور جھوٹے صوفیوں کے متعلق بہت بہت اچھے مضامین لکھتے ہیں جن میں صداقت کا ایک بڑا حصہ ہوتا ہے۔

دہلی کے جنی محمد رشید اکا میں ادب پر ذکر کر چکا ہوں ان میں سے اکثر ہی نے متحدہ بین اساتذہ دہلی کا نام روشن کر رکھا ہے، اور بعض نے اس منزل سے بلند ہو کر دنیا کو نئی دھوت دی ہے۔ بہر کیف سب حضرات اپنے اندر صلاحیت ادب کے خزانے رکھتے ہیں۔

حضرت سائل مولانا تنجو اور اترنا تہہ صاحب ساحر معجزات سے ہیں۔ جس طرح چودھویں رات میں آسمان جھگمگانے ستاروں سے جگ ملگ،

جگہ جگہ کر رہا ہے اسی طرح اہل دہلی کا اسلام آباد بھی مختلف اقدار سے لبریز چاند ستاروں سے لکھ کر دیا ہوا ہے۔ میرا مقصد اس اجتماعِ ادبی سے جو دہلی کی علمی و ادبی نغماؤں میں زمانے کے اتفاقات سے نظر افرورہ ہے۔

یہ دہلی کی خوش قسمتی ہے یا دہلی کو آباد کرنے والوں کی۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ شاید یہ کہنا مناسب ہو کہ اس اجتماعِ ادبی میں دونوں کی خوش نصیبی شریک ہے کیونکہ جب کوئی معزز قافلہ کسی مشہور شہر میں اترتا ہے تو اس شہر کا قیام اسکے لئے افتخار بننے والا ہوتا ہے اسی طرح شہر کے لئے بھی معزز قافلے کا قیام کرنا اعزاز اور امت کا باعث ہوتا ہے۔

آجکل دارالسلطنت دہلی میں ہندوستان کے سچے سچے ادیب اور شاعر مسیحی اتفاق سے جمع ہو گئے ہیں، جن میں سے اکثر ملک کے مستند و مشہور ترین ادبی طبقے کو تعلق رکھنے والے ہیں۔ مولانا محمود الحسن صاحب، محمد ناصر الملیٰ رکن ادارہ محمدیہ، پروفیسر سید وجاہت حسین، عذیب شادانی ایم اے، سید ذوالفقار علی بخاری بی اے، پروفیسر محمد کر خان صاحب، اکبر حیدری، ڈاکٹر سعید احمد صاحب، سعید بریلوی، سید پور محمد صاحب، شبی شاہجہان پوری، مدبر تھلی، پیار محل، شاکر میرٹھی سابق آئینہ ادیب۔ حضرت آثم، جناب تائب اور جناب مولانا مفتی شاکر علی انجی میرٹھی مدبر طاقت ڈوہڑی دنیا نمایا طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ ان حضرات گرامی کی ادبیات اور شاعری کے متعلق کیا عرض کروں، ان میں سے بعض حضرات اردو ادبیات کی مستند و ممتاز دستاویز ہیں اور باقی اپنی اپنی جگہ ایک خاص ادبی شخصیت کے حامل ہیں جس شہر میں اتنا عظیم ادبی اجتماع ہو وہاں ادبی اتحاد اور ادبی کاموں کو انجام دینے کے لئے ایک بزم ادب کی فطری طور پر ضرورت ہونی چاہیے چنانچہ دہلی میں ایک بزم اردو بھی قائم ہے۔ جس کے سکریٹری میرے دوست حضرت اکبر حیدری ہیں اور جنکی مساعی جمیلہ سے بزم میں دن بدن استحکام پیدا ہو گیا امکان پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی مجھے اکبر صاحب شکایت ہو کہ اتنے بڑے اجتماعِ ادبی کے ہوتے ہوئے بزم اردو کی زندگی کا کوئی نمایاں ثبوت نہیں دیا جا رہا۔ ممکن ہے کچھ خارجی موانعت اس کا سبب ہوں۔ بہر کیف میری ذاتی آرزو جو کہ دہلی میں ایک ایسی مرکزی ادبی قوت "مرتب ہو جائے جو تمام ہندوستان میں کام کرے اور اپنے ادبی اقتدار سے اردو کے تہی دامن کو کامیابی کے قیمتی موتیوں سے لبریز کر دے۔"

ان تمام بزرگوں اور احباب کی موجودگی میں پیمانہ "کا دورِ ثالث اگر بعض نئی کیفیتوں کا حامل ہو تو کچھ عجیب نہیں ہے بہر حال پیمانہ اپنے گذشتہ دور سے زیادہ کامیاب طریقے سے اس مرتبہ ہندوستان کی ادبی دنیا اور ادبی مذاق رکھنے والوں کی خدمت کرنے کی کوشش کرے گا اس کے مذاق میں بہت کچھ ترمیم و ترمیم کی گئی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ ملک اسکی پذیرائی میں کٹا دہ دلی سے کام لے گا۔

انہی میں میں اپنے خدا سے جو میرے ارادوں پر حکومت کرتا ہے، دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے عزم و راسخ اور استقلال کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ اور میرے قلم میں باطل کو تباہ اور اعتراف حق کی قوتوں کو زیادہ مستحکم اور قوی کر دے۔ آمین

ساغر نظامی

ادبیات

ولادت گوتم بودھ

فطرت کی بانسری اور وحدت کے مختلف لہوت مگر مشترک المقاصد راگ

خدا نے اپنی زمین کو اس قدر وسیع بنایا کہ انسان اُس کے حصہ اور ٹکڑے دریافت کرتے کرتے تھک گیا ہر زمانہ میں ایک نئی تحقیق زندہ ہوتی رہی۔ زمین کے کبھی حصے دریافت ہوتے رہے مگر پھر بھی دنیا اپنی عظیم النوع وسعتوں کو لئے ہوئے اب تک اپنی ناقص مقامی ہے کہ انسان اپنے علم اور اپنے ادراک کے ساتھ تھیم اور داماندہ ہے۔ باوجود اس وسعت کے دنیا کا کوئی حصہ کوئی خطہ اور کوئی طبقہ کسی زمانے میں وحدت وجود کی تجلیات سے غیر معمولی نہیں رہا۔

جسوقت سنہاریب کی سطوتوں کے بعد باکل سے مفرک بخت نصر کے عظمت و حلال سے دنیا گونج رہی تھی بیت المقدس لاشیرازہ تیر کچر چکا تھا، آل سلیمان ربانیت کے دام فریب میں پٹپٹی ہوئی دیر پستی کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے اور جس وقت وانیال بنی اسرائیل کے لئے صاحب الامر تھے.....

جسوقت کیا نیوں کا مہر نیم روز اپنی پوری تابانیوں سے چمک رہا تھا۔ اور حکیم زر دشت کی دستا چھ سو سال سے اہل فارس کے لئے آسانی کتاب بنی ہوئی تھی.....

جسوقت روما اور یونان کا مذہب عذاب پستی اور پرہیز مہر مرین مورتوں کے سامنے سر جھکانا تھا اور نیکی بدی کے دیوتا الگ الگ اپنے پردوں میں خداوند قدوس کی انوکھیت کو سجدہ کر رہے تھے.....

جسوقت ملکوت حق بنی باوجود اپنی تمام شوکتوں کے خدا کو قافلو کے نام سے یاد کر رہی تھی اور طاؤا بھی تخیل کا ایک مرکز اعتقاد بنا ہوا تھا جسوقت سرزمین ہند میں سری کرشن کی رس راگنیوں کو گونجھ ہوئے دو ہزار چار سو اڑتیس برس ہو چکے تھے۔ ویلن کی تعلیم مرد پڑھ چکی تھی برہمن زندہ دیوتا بنے ہوئے تھے۔ جانوروں کی طرح انسانی قدر بانیاں بھی کی مبنائی تھیں بے شراب مسرت و عبادت کا جزو مقدس سمجھی جاتی تھی..... بنارس کے راج محل

سولہ ہزار دو سترہ لاکھیاں رقص و عشرت کے لئے پالی جا رہی تھیں، اور خونریزی اور مذہب شناسی کے طوفان بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

عین اوس وقت نیپال کی ترائی میں بنارس سے ڈیڑھ سو میل جانت شمال ایک سرسبز شاداب باغ میں گوتم بودھ نے نزول اجلال فرمایا۔ بودھ کی پانچویں آیام محل کی رسم کے مطابق کپلی واسٹو سچا باپ کے گھر جا رہی تھیں۔ کہ کمبھنی گاؤں کے قریب ایک باغ میں آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئیں۔ یہی سیر کر رہی تھیں کہ درود شروع ہوا، ایسا دیکھ کر ایک درخت کی شاخ تمام لی اور ایک پیکر روحانی آغوش شود میں آجڑا راجہ اندر اور برہما نے بودھ کے چہرہ لطیف کو اپنی گود میں چھپا۔ کنول کا پھول زمین سے اگادار گوارہ گوتم بن گیا۔

پانی کے سرد گرم پٹے غل بینے کے لئے بہر زیو گئے اور باغ میں ہر طرف سے گانے کی صدا میں آنے لگیں۔ ہر ہندو الی اور بنی کی پیدائش کی قوت کچھ ایسی ہی مافوق الفطرت باتیں ظاہر ہوا کرتی ہیں اسلئے اگر ہمارا گوتم بودھ کی والدہ کی قوت جو حقیقتاً ہندوستان کی ہنگامی موتی تو سیت اور پراگندہ ذہنیت کیلئے بدراہی۔ مروت رملوں، اور رحم کا بیباک لیکر آئے تھے۔ ایسا ہر تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ساتویں دن گوتم بودھ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت دانیال کے المامات اور علم الاسرار کی برکات باطل یونان اور ایران کی فضاؤں کو چھرتی ہوئی ہندوستان تک پہنچ چکی تھیں۔ اور یہاں ہی برہمن علم نجوم کی روسے حکم لگایا کہ گوتم نے پچانوچے جب رسم کے مطابق گوتم بودھ کا جنم پھر بنا تو پندتوں نے باتفاق رائے کدیا کہ راج کنور کی پرورش گھر کے اندر ہوئی چاہئے۔ اسے ہمیشہ گہر کے اندر رکھنا چاہئے ورنہ یہ لڑکا جوگ اختیار کر لے گا۔ اور راج گوی کے کام کا نہ رہے گا۔ راجہ کو اس بات سے یری تنویش ہوئی اور پندتوں کے کہنے کے مطابق گوتم بودھ کی پرورش اور مکی خالہ پراجتی کی زیر نظر راج محل کے اندر ہونے لگی۔

جب گوتم بودھ کی عمر ۱۹ سال کی ہوئی تو کوئین راجہ کی لڑکی جو دھرا ان کے لئے انتخاب کی گئی۔ مگر چونکہ دھاتا راج محل سے باہر نہیں نکل سکتے تھے اس لئے دھرا کو ڈاکہ کپل واسٹو آیا اور وہیں محلوں میں شادی کی، ہمیں سسرت و انبساط کے ساتھ ادا کی گئیں۔

کامل ۲۹ برس تک گوتم بودھ محلوں سے باہر نہ نکلے۔ اور محلوں کو اپنی دینا بھکر وہیں زندگی بسر کرتے تھے ہندوستان کے شمالی اور خیپال کے دامن میں کپل واسٹو چند چھوٹی چھوٹی مٹھیاں راجہ ہندو کی یاہو پانی تھا اس شہر کا ماجر شد بودھن، گوتم بودھ کا باپ تھا۔

رہے آخر فطرت کو ممانا سے جو کام لینا تھا اُس کا وقت آگیا۔ ایک دن جبکہ باوجود گھر سے ہوئے تھے اور راجکاری جو دھرم کچھ اُداس تھیں، ممانا نے رتھ بان کو حکم دیا کہ مد رتھ لاؤ ہم ذرا بازار جائیگے، رتھ بان کی کیا مجال تھی کہ وہ راج کار کے حکم سے سترابی کرتا۔ پر خدا کو کچھ ایسا ہی منظور ہی تھا رتھ بان رتھ لے آیا۔ گوتم سوہمہ جس نے اود بازار کی طرف رتھ روانہ ہو گیا۔

سب سے پہلے ممانا کی نظر ایک فیضی العر شخص پر پڑی جو چل ہی نہ سکتا تھا اور انہیں یہ احساس ہوا کہ فیضی ہی انسان کے لئے ایک لازمی زمانہ ہے۔

اُس کے بعد ایک کوڑھی ملا۔ جس کے کوڑھ سے بدبودار پانی ٹپک رہا تھا۔ ممانا کو محسوس ہوا کہ زندگی کے ساتھ یہ ابتلا بھی انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اور کوئی جیشہ تندرست نہیں رہ سکتا۔

وہ اسی طرح دنیا کی برکتوں اور گونا گوں حالتوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنی رتھ میں چلے جا رہے تھے اور اُن کا دل دینا سے بیزار ہوتا چلا جا رہا تھا کہ یکایک سامنے سے ایک جنازہ جاتا ہوا نظر آیا۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ انسانی زندگی کا انجام یہی ہے جو پیدا ہوا ہے اُسے ایک روز ضرور فنا ہو جانا ہے۔

مخلوں کی ۹۹ سالہ زندگی گوتم بودھ کے لئے بازارِ عالم کا ایک پردہِ محال تھی لیکن جب وہ مخلوں سے باہر نکلے تو انہیں مشاہدات اور واقعات نے حقیقت کا ایک درس دیا۔ وہ اتنی ہی دیر میں انسان کی حقیقت سمجھ گئے۔ فوراً اپنے گھر واپس ہوئے اور اسیدوت سے نجومی اپنی پیشین گوئیوں کے اخوات اُن کی طرز زندگی میں نمودار دیکھنے لگے۔

یہاں گوتم بودھ کے مفصل اور مسلسل سوانحی حالات سے دالستہ قلم کا رُخ پھیرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے ابھی یہ دکھانا ہے کہ بودھ کی حقیقت انگیز تعلیمات نے انقلابِ اذہان اور ارتقائے اخلاق میں کہاں تک ترقی کی اور یہ بھی کہنا ہے کہ عہدِ گوتم بودھ کے معاصر مذہب کہاں تک تبلیغِ توحید اور تعلیمِ آلمات میں مادی العمل تھے۔

فرض کہ گوتم بودھ کے دماغ پر دنیا کی بے ثباتی کا گہرا اثر پڑا۔ وہ راج محل کی عسرتوں سے نکل آئے اور ایک عرصہ دراز تک پہاڑوں اور بیابانوں میں ریاضات شاقہ کرتے رہے۔

گیامیں آکر وہ ایک عرصہ دراز تک مستکف رہے۔ جہاں عرفانِ الہی کے انوار اُن کے قلب میں چمکے اُن کے پیر و روزِ مزد بڑھتے جاتے تھے اور اب اُن میں رشد و ہدایت کے سلیقے فطرتاً پیدا ہونے لگے تھے۔

رہے اور ان کی تعلیمات عام ہو گئیں۔ عقل سلیم نے انہیں قبول کیا۔ اور آج بھی جبکہ مذاہب و ادیان کا تختہ پلٹ رہا ہے اور فلسفہ جدید نے ہر مذہب کو مقابلہ کا ایسی ٹیم دیا ہے فائدہ دینا ایک چوتھا ہی مقصد گوتم بودھ کی تعلیمات کو لیکن قلب اور حقائق ابدی کا مذہب جو مناسب ہے۔

تبت سے لیکر چین اور جاپان تک بودھ مذہب کے پیروں کا ایک گونہ کی تعلیمات کو قدیم مذاہب کا جود و لامتناہی بنائے ہوئے ہیں۔ اور جب کہ ان کی تعلیمات پر غور کیا جائے تو ان میں حقیقت اور معرکت کی تجلیاں بیش از بیش نظر آتی ہیں۔

گوتھ بودھ میں مختلف مذاہب کی تعلیمات

<p>ہم سب سے پہلے درخت کی ایک جوت خود بخود ہے۔ ایک پتہ ہے۔ اور ایک روح ہے۔ ان کے علاوہ اسکی جو زمین غیر زمین ہیں گروہ آسمانی ہیں کہ اور کاشا کسی سے نہیں ہو سکتا۔</p> <p>ریاضت و عبادت سے نفس تعلیم کی تکمیل ہو سکتی ہے لیکن حقیقی موضوع چار حصے کئے جاتے ہیں۔ (۱) انیات (۲) اعلیٰ (۳) معانیات (۴) مانیات :-</p> <p>(۱) انیات :-</p> <p>معنی پر جو روشنی پڑتی ہے وہ دنیا کے کسی چراغ سے نہیں آتی بلکہ اس دنیا کی ہر چیز اور ہر چیز سے اسنے اسکی ہر چیز سے بنایا ہے۔ اس کی عدالت اس دنیا میں ہی ہے اور اس دنیا میں وہ ہی ایک ذات ہے جسے ابدیت کا نامعلوم عرصہ گہرے ہوئے اور اس کے سوا ہر ذی روح کے لئے موت ہے۔</p> <p>گزشتہ ہزار مرتبہ مٹ کر پھر پیدا ہو تو یہی عرفان الہی کی مشق مکمل نہیں ہو سکتی۔</p> <p>یعنی ہم سب میں رہیں اور کہیں نہ ہوں۔</p> <p>اس کی ذات کا عرفان انسان کی تباہی بظاہر اور</p>	<p>بودھ مذہب کی تعلیمات</p> <p>مختصر اور سچ کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے ہم مذہب کی تعلیمات کا ذکر کریں گے بودھ کی تعلیمات کے بارے میں موضوع چار حصے کئے جاتے ہیں۔ (۱) انیات (۲) اعلیٰ (۳) معانیات (۴) مانیات :-</p> <p>(۱) انیات :-</p> <p>معنی پر جو روشنی پڑتی ہے وہ دنیا کے کسی چراغ سے نہیں آتی بلکہ اس دنیا کی ہر چیز اور ہر چیز سے اسنے اسکی ہر چیز سے بنایا ہے۔ اس کی عدالت اس دنیا میں ہی ہے اور اس دنیا میں وہ ہی ایک ذات ہے جسے ابدیت کا نامعلوم عرصہ گہرے ہوئے اور اس کے سوا ہر ذی روح کے لئے موت ہے۔</p> <p>گزشتہ ہزار مرتبہ مٹ کر پھر پیدا ہو تو یہی عرفان الہی کی مشق مکمل نہیں ہو سکتی۔</p> <p>یعنی ہم سب میں رہیں اور کہیں نہ ہوں۔</p> <p>اس کی ذات کا عرفان انسان کی تباہی بظاہر اور</p>
---	--

کی مقدار بیش بنیادہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔
 (۲) اخلاقی تعلیمات سے تہذیب نے اپنے پیروؤں کو
 دس اخلاقی سبق دیے تھے۔
 (۱) کسی قتل نہ کر (۲) چوری کسی نہ کر (۳) زنا سے
 بچو (۴) یا وہ کوئی نہ کر (۵) لاپرواہی نہ کر (۶) جھوٹ
 نہ کر (۷) غیبت نہ کر (۸) قسم نہ کیا (۹) غصہ نہ کر (۱۰) اور (۱۱)
 بد اعتقادی سے گریز کرو۔ اس کی اخلاقی تعلیم میں یہ باتیں ہی
 داخل ہیں۔

”محققوں کی خدمت کرو۔ جاہلوں سے بچو۔ قانون شکنی
 نہ کرو۔ علماء اور فقرا سے صحبت رکھو۔ زندگانی کی جدوجہد
 میں سرگرمی سے حصہ لو۔ نیک پیشہ اختیار کرو۔ اچھے ملک میں
 رہو۔ ماہی باپ کی قوت کر دو۔ ذی عزت لوگوں کی تعظیم کرو
 خواہشات کو ترک کر دو۔ دیانت، قناعت، خیرات، تواضع
 فکر، اہم و ترہیت، اہل شاہانہ، کبھی سول کبھی شہر آشوب
 میرے خیال میں مکمل اخلاق کے لئے اس سے زیادہ ماننا
 کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اور یہ وہ دس مل ہے جو قریب قریب
 ہر مذہب و ملت کے قانون میں مقرر ہے۔“

معاشیات :-

”ہوٹوں اور کیتوں سے اپنی ہمدردی پیدا کرنے کی سبست اور
 اُداس نہ ہونا چاہئے۔“
 ”جانوروں کو ہلاک کرنا، قتل کرنا، چرنا، ٹکڑی کتابوں کا بڑھائی
 گندہ دہشت زدہ ملی کام نہیں۔“
 ”ہر شخص اپنی رہی و روی کا نظریہ دار ہے۔“

تعلیمات :-

”مکمل بنیادہ سہ ماہی سے ڈرتے ہیں اور نہ بچہ کی کو بیلا کہتے ہیں۔“
 ”بہادور مہربانی اور خدمت گزاری صرف محبت کا اظہار ہے۔“
 ”ہر انسان پر جو حقوق و فرائض ماحد کے گئے ہیں وہ دوسرے تک
 ادا نہیں کئے جاسکتے جب تک انسان اپنی خواہشوں کو دوسروں
 پر قربان نہ کر دے۔“
 ”زندگی کے جام مسرت میں تلخی کا زہر موجود ہے۔ کوئی زہر تو
 غم سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی۔“

”دین کے ہر کام کا نظریہ سید و اولوں کے شوق اور آرزو پر منحصر ہے۔“
 ”تہذیب تلخی کی اخلاص کا نام ہے، اور جو قوم تہذیب کھلائے
 جانے کے قابل ہے جو نیکی میں سب سے اعلیٰ ہے۔“
 ”دلفن کشی، غلوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اس زمانہ سے اچھا
 سمجھا جاتا ہے جب سے کہ سلسلہ تاریخ شروع ہوتا ہے۔“

زراعت کی تعلیمات :-

”قابل عبادت صرف وہ تھا ہے جو
 زمین و آسمان، جانور و پتھر، پانی
 اور آگ کا خالق ہے جس نے دنیا کو پیدا کیا اور ہمیں کھانا اختیار
 میں موت زندگی اور رنج و خوشی ہے۔“
 ”انسان کو اُسی سے انتہا کرنی چاہئے کہ ٹکڑوں کے سوا انسان
 کا کوئی مددگار نہیں ہے۔“
 ”خدا کا کوئی جسم اور کوئی روپ نہیں ہے۔ لیکن وہ ہر جگہ
 موجود ہے۔“
 ”خدا ہے اور وہ خدا ہے، ماسکی رحمت ہر ذی نہیں ہے
 وہ گنتی اور شمار سے برتر ہے۔“

چینیوں کے

حقائق

(۱) طاؤ واحد ہے۔ وہی ہمارے وہی

ہوتا ہے۔ وہ تمام چیزوں کو محیط ہے۔

(۲) طاؤ کا کوئی نام نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ایک ہے۔

(۳) طاؤ ہمارے خیال سے بالاتر ہے اس لئے وہ ہمیں ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ گریا کہہ نہیں ہے۔

(۴) طاؤ ایک قطعی حقیقت ہے۔ اور ہر چیز اسی حقیقت سے

جلی ہوئی ہے۔ ہر اویسی کی طرف اسے بازگشت ہے۔

(۵) طاؤ آسائوں اور زینوں کا باعث ہے۔

(۶) اپنی روح کو بنور دیکھو تو طاؤ ہے۔ مخلوق اور غیر مخلوق

دونوں طاؤ ہیں۔

(۷) انسان تاریکی سے باہر نکلتا ہے۔ روشنی میں ذرا ہنسا ہوتا

ہے۔ اور قائب ہو جاتا ہے لیکن ان سب تبدیلیوں میں

وہ ہی واحد ہے جو خود کو ظاہر کرتا ہے۔

(۸) طاؤ تمام سے دل میں خوشی بکریں آتا۔ اور وہ طاؤ تمام

آنکھوں سے وہ آنسو پونچتا ہے جو مصیبت کے وقت تمہاری

آنکھوں سے بہتے ہیں کیونکہ یہ تمام دلوں سے ناقص اللہ فانی ہیں۔

(۹) ہر انسان کی خواہش اس حرکت کا نتیجہ ہے جو طاؤ سے شروع

ہوتی ہے۔

(۱۰) سب سے الگ ہو کر اپنے ہونے کی خواہش نہ کرو اور نہ

خود کو بڑا کرو۔

(۱۱) زندگی خط خیالات اور خط طغیانات پر قائم ہے جو وجود

وہ خدا کے الگ باقی چاند اور سورج میں پناہ ملے دیکھو۔ ان

چندوں سے اسکی شان و شوکت نمایاں ہوتی ہے ان کی طرف

جنگ کو کہہ نہیں سہ پاک اور برتر خدا کی عبادت کرنی چاہئے۔

(۱۲) نیکی بری انصاف اور ظلم میں تمیز کرنی چاہئے۔

دیو اب گناہ و عصمت اللہ غضب کو سمجھنا چاہئے۔

(۱۳) پانچ وقت خدا کی عبادت کیا کرو۔ اس وقت تمہارا رخ کسی

مذہب و چیز کی طرف ہونا چاہئے۔

(۱۴) بنائیدوں سے بچو اور نیک بننے کی کوشش کرو۔

(۱۵) موت کو برحق سمجھو۔ مرنے کے چوتھے روز صاب ہو گا۔

(۱۶) ہر شخص اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار ہے۔ نبردشت کسی کی

قناعت نہیں کر سکتا۔

(۱۷) نیکی کی تعریف :- عاجز می، تواضع، حیا، عصمت، سچائی

مروت، منہ سلوک۔ ہیک ڈانگنا، دوسروں کی مدد کرنا یہ سب

کام نیک ہیں اور خدا کی عبادت میں داخل ہیں۔

(۱۸) ہر شخص الگ گناہوں میں سے کسی ایک گناہ کا مرتکب ہو کر

نجات کی توقع نہ کرنی چاہئے۔

طاوت، دشمنی، ظلم، زیادتی، حرص و طمع، خدا وحم، لگا کر

محنت سے جی بڑانا، عداوت، غرور، بچہ دہی اور زنا۔

(۱۹) عبادت کا پہلا مقصد دل کی پاکی ہے۔

وہ دنیا کی کسی بات کو بڑا نہ سمجھو کیونکہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے۔ خدا

کے حکم سے ہو رہا ہے۔

دوستی میں تمنا تعالیٰ کے نام ایک ہزار گتے ہیں مگر صرف

ایک سو ایک نام مروج ہیں۔

اختیاری نہیں ہے۔

۱۲) کوشش سے بے نیاز، طاؤ کی طاقت سے جبراً انجام پانے والی چیز و متبیں دیکھنی ہے۔ موت ہے جو ایک دن ضرور آئے گی۔

۱۳) حصول عقل اور بہت جاننے کی کوشش نہ کرو۔

۱۴) علم جو کوشش سے حاصل ہوتا ہے وہ غیر طبعی ہوتا ہے اور طاؤ سے دور لے جاتا ہے۔

۱۵) مرگ کے لئے زیادہ فکر نہ کرو۔ اور نہ بدقسمتی سے ڈرو۔ کیونکہ ان دونوں میں سے کسی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۱۶) عورت کا حق، طاؤ کے غیر ضروری حق کا ایک مہم پر تو ہے۔

۱۷) عورت میں اپنی خوشی تلاش کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے طاؤ کا منظر ہے۔ وہ بچہ کی سب سے زیادہ صاف تصویر ہے جس میں طاؤ جلوہ گر ہوتا ہے۔

۱۸) محبوب سے اس طرح متحد ہو جانا کہ وہ بالکل تمہارا اور تمہارا کے ہو جائے۔ یعنی اتحاد یا مکمل اور دائمی ہو کہ زندگی یا موت جدا نہ کر سکے۔ ایسا اتحاد باطن اور منہز ہے۔

۱۹) جو چیز ہماری آنکھوں کو اصلی معلوم ہوتی ہے وہ حقیقت میں اصلی نہیں ہے۔

۲۰) تمہارے دلوں کی تمام خواہشیں غیر حقیقی ہیں۔

۲۱) آدمی اوس وقت آدمی ہے جب وہ اپنی زندگی کو صرف طاؤ کے من سے سمندر کی طرح جوش مارنے کے اور طیلوں کی طرح کھٹنے دے۔

تعلیمات حضرت

۱) اے بادشاہ تیری قوتیں اُس خدا و انبیا علیہ السلام کا عیلہ میں جو واحد ہے۔ تو انا ہے اور جکا کوئی شریک نہیں ہے۔

۲) اے بادشاہ خدا کی نافرمانی کسی حال میں واجب نہیں ہے

۳) بد بھول اور پیاروں کو پیشہ امان دینی چاہئے۔

۴) اے بادشاہ زندگی اور موت کی طرح انسان کی ہر حالت خدا کے اختیار میں ہے۔

۵) خدا زمین و آسمان کا پیدا کرنا ہے جو خود ہی اپنی ابتدا ہے مگر اوسکی کوئی انتہا نہیں۔

۶) گناہوں اور جرموں سے توبہ کرنا زندگی کو نجات کے راستے پر قائم کر دینا ہے۔

۷) خدا کا ارادہ ہر ارادہ پر قادر اور مقدم ہے۔

۸) علم اور حکمت کا حاصل کرنا عرفان الہی کا دروازہ کھٹکھٹانا ہے۔

۹) خدا کے رسولوں کو جھٹلانا سب سے بڑا گناہ ہے۔

۱۰) انسان کو کمال قدرت الہی کی معرفت حاصل کرنی چاہئے۔

۱۱) الراح یلیمان کی طاقت ہر حکمران پر نرفض ہے۔ تاکہ عبادات کا طریقہ اور خدا کے احکام دل سے موند ہو جائیں

۱۲) اے بادشاہ اللہ تعالیٰ تیرے اعمال کا اندازہ کرتا ہے تو وہ سبک نہ کھٹکتے ہیں۔

۱۳) تواضع اور فروتنی بلند فی قدر و عزت کا سبب ہے اور تکبر و غرور ذلت کا باعث ہے۔

۱۴) اے بادشاہ تھان کے سامنے کسی پر غصہ نہ کرنا پیئے۔

۱۵) مدیقہ الاقالیم۔

(۱۸) جو کام ایک نہیں کیا ہے اسے کیا برا نہ سمجھ۔ کیونکہ جیسا کہ کاموں کی پہائی نہائی کا نہیں ہوتی۔	دہلا جگہ نہ دوزخ میں۔ مد اور بعض اور ہفتوں کی بصورت نہیں جوتی ہوتا، شرک، چوری، جھوٹ، زندگی کے
(۱۹) بد امل سے وقوعِ غلطی کا امکان بہت کم ہوتا ہے (۲۰) اپنی آواز کو نرم رکھ۔ بالحق ناقصند یہ آواز	جسم کے لئے خطرناک کیڑے ہیں۔ اے بادشاہ انہیں پیدا نہ ہونے دے۔
گھر سے کی آواز ہے۔ (۲۱) خدائے جلالت کو اس طرح سمجھنا چاہئے کہ وہ دونوں جہاں	اے بادشاہ! جنگ گلاشتہ کو یاد نہ کر کہ اس سے خسرویت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔
کا خالق ہے۔ بے چون و بے جگوں۔ بے شہرہ و بے موعن۔ جو بحرِ حق سے پاک۔ حد و حد سے خزا۔ نقصان و زوال سے بتر۔ اور تمام صفاتِ کالات سے موعن ہے۔	(۱۵) بصیرت سے ہمیشہ موافقت کرنی چاہئے تاکہ وہ زندگی کے ضروری اوقات میں ساتھ دے سکے۔

ان مختلف تعلیمات میں وحدتِ الہی کا صرف ایک ہی رنگ جھلکتا ہے اور اختلاف صرف ضروریاتِ ماحول کے تابع نظر آتا ہے
اگر معاشی مصلیٰ اور روحی ضروریات کے اختلافات پر پردہ ڈالا یا جائے تو ”وحدتِ ادیان“ میں ہر کوئی تفرقہ
باقی نہیں رہتا۔

پیام

ایک ضروری بات

یہ نمبر پیمانیہ کے تمام قدیم و جدید خریداروں کو بھیجا گیا ہے جن لوگوں کا حساب باقی ہے انہیں تو جبر کے مطابق رسالہ
پہنچا لیکن جن حضرات کا حساب دسمبر ۱۹۲۶ء تک ختم ہو چکا ہے ان سے گزارش ہے کہ وہ ۱۹۲۵ء کے لئے چار روپے اپنے اس
رسالہ کے پہنچتے ہی ذریعہ منی آرڈر بھیج دیں تاکہ رسالہ آئندہ برابر پہنچتا رہے۔ پیمانہ کی مانگ اس قدر زیادہ ہو چکی کہ پرانے پرچے بالکل
نہیں بچتے۔ اس لئے پورے بارہ نمبر حاصل کرنے کا ایک ہی آسان طریقہ ہے کہ زمرہ سالانہ اسی مہینے میں بھیج دیا جائے۔

جب تک

۶۔ کے ٹکٹ نہ آئیں گے غور کیجیو یہ بھیجا جائے گا۔

عشقِ فان

(گوارہ حیات میں)

بدکاری و بدستی کی جب تیز ہوائیں چلتی تھیں
جب کیل تھی عصیانِ سامانی جب ہر شے غولی تھی
جب نامِ خدا کے لئے سے انسان کا دل گہرا ہوتا
جب چارہ گر اپنی عالم کو غفلت کی خود بیماری تھی

جب وحشت کے پانیوں میں نہاں تھیں دہشتی تھیں
جب کمرشیں کی بگوت گیتا کا ہر نغمہ دنیا ہوئی تھی
جب جہود و انی عورت پر پیا کی ہنکراتا تھا
جب دیر کے رہنے والوں پر اک نیند بلا کی طاری تھی

گھونٹ لاک انگوٹھانی لی جہنا جاگی، امہری، چکی
جو عرفان کا بادل بن کر گھسٹوڑا بنے پرچا یا
کاشی کے مندر چونک پڑے۔ فطرت بنگا خیز ہوئی
خوشدوئیں کچھ بہینی بہینی سائیں میں کر ڈکتی تھیں

اک ابر کیل دستو، ہر اٹھائیں سال سو کن بجلی چکی
بسطِ گلشن پر میان نے ایک قطرہ ایسا برسایا
چشمے ہر نزدیک ہوئے، پہلوؤں میں نکلت تیز ہوئی
زارے ابلے پڑتے تھے، پڑوں کی شاخیں جکتی تھیں

نیپال کے دامن سے لیکر کوسوں تک لاکھوں طوبے
خاموش کشتہ رتو حید کی اک موت و دبو سچ گچ اُٹھے
ساری دنیا میں پھل گئیں، جب جدِ ساحل سے نکلیں

وہ گیا کس کا سورج جب چمکا دنیا کے اندر پیر نہ بنے
تبت، چین اور جاپان اسکی آہنگ ہو اسکی گچ اُٹھو
عرفانِ انکی کی مویں اک تلزم کے دل سے نکلیں

پچی میں گیا میں اب تک اُس عرفان کی خوشبو باقی ہے
اے عرفانِ دنیا میں نہیں۔ لیکن اُس کی ہوا باقی ہے

سائغر نظامی

(معلن تصویر)

اثر: علامہ عبداللہ مدنی علی سیالوی پرنسپل اسلامیک کالج لاہور
مترجمہ: ساجد تقویٰ رزیدریانہ و مستقبل

اس معلوم ہے کہ محمد جاوید نے بھی اپنے بزرگ کی ایک نقل کی تھی۔ لہذا اس میں اپنی طرف سے ایک حاشیہ چڑھا تھا۔ محمد اکبر میاں نے اس کا ترجمہ مملکت کیلئے خدایہ بنوایا۔
 ہر جاگیر میں اپنی جاگیر کی روشنی سے اس نے ہر جاگیر کا ایک چھوٹا سا نقشہ بنایا تھا جس میں اس نے اپنی طرف سے ہر جاگیر کی حدود
 کے ساتھ ساتھ ہر جاگیر کی ایک نقل بھی مسودہ موجود تھا۔ انھوں نے شہادت سے قیاس کیا تھا کہ اس کا حیدر آبادی کے لئے مستحق تھا۔ لہذا انھوں نے اس کا ایک نقشہ بنایا۔
 اس اس کی ایک مضبوطی ہے کہ اس کا ایک نقشہ ہر جاگیر میں موجود تھا۔ جنہوں نے اس سے مدد سب سے ایک مملکت کے ہر جاگیر میں ملتی تھی۔
 مملکت کی انھوں نے شہادت سے اس میں کوئی مشابہت نہیں رکھتی تھی، بلکہ اس کا ہر ایک نقشہ اس کی ہر جاگیر میں ملتا تھا۔ اگرچہ یہ مسودہ اس انقلاب میں منتشر ہو گیا ہے، جو
 مملکت خدیج کے زوال سے قریب پیدا ہوا تھا، تاہم میں امید ہے کہ اس کی اصل کسی نہ کسی دن ضرور مل جائیگی۔ لہذا اس طرح میں جو خالی جگہ رہ گئی ہے اس کی
 بھرنا ممکن ہے۔

نہی کہ فارسی مصداق کی مطابقت سے قرسی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسودہ بالکل وہی ہے جو یابر نے کہا تھا۔ قرسی کی دہلیس میں آپہر کی تالیف میں سیلابیت
 بند ہے۔ میں نے جو کہ مصداق کے متعلق کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ هندوستان میں بھی اس کی یا دعا مفتوں کی مسودہ قدی گئی۔ یہی خطبہ پر توں میں
 نے ایسا سحر کیا ہے کہ ہم صرت انگیزی تابع بہ طور میں سے ایک زندگی اور شخصیت کو کل مطابقت کے لئے ہیں۔

مستر ہیوٹ ڈی کوئٹس (Pavot de Couetelle) نے فریج میں کیا۔ انکی نے ہی چند جڑو بطور خیرہ سوانجیت میں اضافہ کئے۔ سٹیڈن (Leydon) اور ایروکین (Eriokine) نے ۱۸۷۰ء میں ایک انگیزہ فی جبرہ شائع کیا۔ مگر وہ ایک غیر مکمل مسودہ کا ترجمہ تھا۔ جس پر ایک فریجی تاریخ نویس اور جنرل ایفائی مقدمہ لکھا۔ اس جبرو کو کسنگ (Lucas King) نے تقریباً ۱۸۷۵ء کے ارد سرورج ترمیم کیا۔ جلد جلد میں اسخفہ نوید فریجی سٹی پریس سے ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔

لے اس مسجد پہ ان اشارات کا غور فرمائیے جو سنہ ۱۹۰۷ء میں حج کے اپنے قیمتی انگیزی ترجمہ بارزنامہ میں دئے ہیں۔

میریج (Mars Beveridge) نے بی اپنا آزاد گرو فاضلانہ ترجمہ ۱۹۲۱ء میں سے ایک تشریحی مکتبہ کے دو جلدوں میں لکھنے سے شائع کیا یہ ترجمہ اصل سے بہت مطابق ہے لیکن سر لوکس گنگ کار ترجمہ عام طور پر مطالعہ کرنے والوں کے لئے بہت کامیاب ہے۔

مشرقی لین پل (Mr. Stanley Lane-Poole) نے بابر کے روزنامہ کا ایک قابل تعریف خلاصہ شائع کیا جو سٹوڈنٹ سوسائٹی (Mr. Vincent Smith) کے خیال میں سلسلہ سلاطین ہند کا سب سے بہتر نمونہ ہے۔ شوش بروک ویلس (Mr. Rushbrook Williams) نے جن سے ہم الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ جدید میں اجماعی طرح متعارف ہیں ۱۹۱۵-۱۶ء میں چند لکچر بابر کے متعلق دیئے اور انھیں بعنوان "سولہویں صدی کا ایک اعلیٰ گزشتہ شائع کیا۔ ایرسکن اور کیل ڈی کٹ (Erokinex Caldecott) کی مرتب کردہ تاریخیں بھی انگریزی لٹریچر میں بابر کی سوانح حیات کے حصے ہیں۔

اس طرح انگریزی میں ایک کثیر لٹریچر ہے جس سے ہندوستانی طلباء اور پبلشر آس دلچسپ دل سے لگتی ہیں ہندوستانی میں سولہویں عیسوی کے آغاز سے) افادہ کرتے ہیں۔ اور اس شاندار شخصیت سے متعارف ہوتے ہیں جس کا شخصی مستزاد اور کارنامہ باقی چار صدیاں گزر جانے کے بعد بھی آج تک ہمارے لئے بہت زیادہ باقی اور ضروری ہے۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں 'روزنامہ مکمل نہیں ہے' وہ یکایک ۸۹۹۹ء سے شروع ہوتا ہے جبکہ بابر فرخندہ کا ہواستانہ ہر جگہ بابر حدود اور علاقہ جات سلطنت سے شروع کرتا ہے اپنے باپ کے مختصر حالات لکھتا ہے اپنی ذاتی اور نفسیاتی تشریح کرتا ہے پھر لڑائیوں کے حالات خانہ دانی واقعات جن میں خواتین کا ذکر بھی ہے اور اعرائے دربار کے شاندار خاکے لکھتا ہے۔

بابر کا جزائری طریقہ تزیین ہمیں قریب قریب تغایر قیصری کی یاد دلاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بابر کی یادداشتیں اسی طرح شروع ہوئی ہیں جس طرح وہ ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں تاریخی واقعات کا ایک احتیاط آمیز طرز جو اس کی داستان حیات تک رہنمائی کرتا ہے۔

لیکن حقائق کے نقطہ نظر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں وہ واقعات بھی ہیں جو فرخندہ داستان کے بعد صحت پذیر ہوئے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ حقہ نہایت احتیاط سے ہندوستانی میں اس وقت

لکھا گیا ہے جبکہ پیرانی حیات کی آخری منزلیں طے کر رہا تھا۔

یہ حصہ ۱۸۹۹ء سے لیکر ۱۹۱۳ء کے اوائل تک مشتمل ہے۔ صرف اواخر ۱۹۰۸ء سے اوائل ۱۹۰۹ء (جون ۱۹۰۹ء) تک ایک مختصر زمانہ حذف کر دیا گیا ہے۔ مگر دوسرا زیادہ اہم ایک حذف اور جس میں سب ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۹ء تک گیارہ عظیم الوقاات سال چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ یہ زمانہ قسمتِ بلیک کا ایک تاریک زمانہ تھا۔ گو وہ ان زمانوں سے زیادہ تاریک نہ تھا۔ جو بابر کے اوائلِ عہد ترقی میں گزرے۔

ہم بابر کی تشریح اس کے ازبک مخالف شیبانی خاں اور ایرانی خریف شاہ اسماعیل کی مخالفت کے متعلق دیکھنے کے آرزو مند تھے یہ مگر چند طویل جبارتیں ایسی ہیں جو حقیقتاً نہایت اعتیاط سے مرتب کی گئی ہیں اور جو علمائے روزنامہ کو مفصل بنادیتی ہیں مثلاً ۲۸ رجب ۹۳۲ھ (یعنی ۱۰ مئی ۱۵۲۳ء) کے اندر راج کے بعد بابر ایک تب بیان ہندوستان کے متعلق لکھتا ہے جس کی تمہید اس کی فتوحات پر روشنی ڈالتی ہے اور جس میں وہ نہایت بڑا دھنی کینا نہ ماضیاتِ ہند پر تبصرہ کر جاتا ہے۔

وہ علانیہ "طبقاتِ ناصری" کا حوالہ دیتا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فحیاب ہونے کے بعد تاریخِ ہند کا

۱۔ ان واقعات کا ایک محلِ خاکہ یہ ہے:-

"بابر بالاستقلال سند آئے کابل و بخشاں گردیدہ روزگائے گذرانید۔ بالحد بابر و کابل بود کخا خان سلیمان شان شاہ"۔
اسمعیل صغریٰ بگوشال محمد خاں شیبانی معروف شیبک خاں وفق افزائے دیار و خراسان گردیدہ شیبک خاں اس فوج کیشش"۔
"طعنہ تیغ آبدار و نراساں را داخل مالک محمد و خود گدانیہ"

"بابر میرزا" باذیالِ دولت آن بادشاہ معطوفی نژاد قول جیتہ باد افواج مشہر مگر دیدہ بلخ و بخارا را"
"منہ نوع و متحر ساخت۔ و خطبہ امامیہ باعثِ رعیت سلطت بادشاہ مرقضوی نسب در بخارا خواندہ شد و بنا بر"
"نفاذیکہ بامیر نجم سالار قوج قرلباش و بابر بادشاہ بمیان آمدہ دیکے از حد و یکا بدالیان توران اتفاق افتادہ"

"بسیب تعاقل و انماض امیر نجم بر افواج بابر شکست افتاد و امیر نجم و سپہان کشتہ شد بابر بحال با آمداری و بخارا شدیدہ"
"و بنا چاری برگشتہ قناعت بہ بخشاں و کابل رہنے از مالک برنج نمود بعد چندی کہ فوج آراستہ و جیتے ہمہ سانیہ استعلا لحوال"
"کغور ہند ستیندہ ہوا ستیدان از بادشاہ معطوفی نژاد از فاصد کابل فاصد استخلاص ہند گوید"۔ متاخر نظامی

مطلوع گرد ہوا تھا اُس نے بلخ عمہ مسلمان شہزادوں اور دہتری ہندو ریاستوں - اویسپور اور وجیانگر - کا حال بھی لکھا ہے۔ اثنائے تحریر میں جب وہ احتیاطاً ان واقعات کا ذکر کرتا ہے جو دو سال بعد طور پذیر ہوئے جیسے حملہ چندری (۲۹ جنوری ۱۵۲۵ء) یا بوقلون شرک (میتا) کا لکنؤ میں دیکھنا (۲۸ مارچ ۱۵۲۵ء) تو ہم اس نتیجہ پر پہنچنے میں حق بجانب ہوتے ہیں کہ یہ حصے اُس کے روزنامے میں اُس کی آخر عمر میں لکھے گئے ہیں۔ لکنؤ کا یہ واقعہ ہمارے لئے بہت دلچسپ ہے کہ ۲۱ مارچ ۱۵۲۵ء کو بابر لکھتا ہے :-

”میں نے اسی دن گومتی میں غسل کیا۔ میں نہیں جانتا کہ میرے کان میں پانی چلا گیا“

”یا ہوا کا اثر تھا کہ میرا دہنا کان بہرا ہو گیا۔ گو وہ زیادہ عرصہ تک تکلیف دہ نہ رہا۔“ ۱۵

ہندوستان کے متعلق بابر کا یہ بیان مکمل اور صحیح ہے۔ علم الارض (جغرافیہ) کے نقطہ نگاہ سے وہ کابل اور کشمیر سے بنگال اور ہند کے کناروں تک اقعات کو سمیٹتا چلا گیا ہے۔ اس نے شمالی ہند کے خاص خاص پہاڑوں اور دریاؤں کا ذکر بھی کیا ہے۔

وہ یہاں نہریں نہ دیکھ کر تعجب کرتا ہے۔ جیسی کہ وسطی ایشیا میں اُس نے دیکھی تھیں جسے وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا پھر وہ آبپاشی کے دو بہترین طریقے بیان کرتا ہے۔ جو آجکل بھی مستعمل ہیں، یعنی ایرانی پتیا اور چمڑہ کا ڈول (چرسہ) ہموار میدانوں کے سنسٹے اور شہروں کے ناگوار ماحول نے اس پر بہت برا اثر کیا۔ اُس نے جانوروں پرندوں اور ملک کی دریائی آبادی کا ذکر اصول علم کے مطابق کیا ہے، پہلوں اور میووں کے متعلق اس کی تشریح نہایت تفصیل اور مکمل ہے۔

بابر کے بیشتر بیانات ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہیں۔ اور اُس کی فیمانہ پرواز نہایت خوبصورت ہے جیسا کہ ذاتی اہانت میں ناگزیر ہوتا ہے وہ ہمیشہ ان چیزوں کا موازنہ ان چیزوں سے کرتا ہے جنہیں وہ پہلے وسطی ایشیا میں دیکھ چکا ہے۔ آم ہندوستان کے میوؤں میں سب سے پہلا درجہ رکھتا ہے مگر برابر لکھتا ہے۔

”ان آموں میں جو آم اچھے ہوتے ہیں وہ خوب ہیں بہت سے آم جو سے مگر انہی قسم کے اچھے بہت کم نکلتے“ ۱۶

۱۵ یادداشت معضہ سرلوکس گنگ جلد ۲ صفحہ ۲۱۶

۱۶ یادداشت گنگ جلد ۲ صفحہ ۳۳۲

۱۷ یادداشت گنگ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵

نظری اور سیاسی تاریخ سے گزر کر باہر اضواء وقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان ترتیبوں کی یادداشت میں لکھتا ہے جو اس نے پٹیل کے کھنوں پر گھڑا لبوں کے ذریعہ گھنٹے بجانے کے متعلق شروع میں 'شہری باشندے' ان کے گھر 'اند' رواج نہایت غیر عرفی طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔

مہند آما برہندوستان کی خوش حالیوں سے ہی نا آشنا نہیں ہے جن میں سے بالخصوص 'سونے اور چاندی' کے انبار سادوں کی خوشگوار ہوائیں اور معاشیات کی وسعتیں اس کی نگاہ میں ہیں وہ ان دو سو نوہ روزوں سے 'جنسین' کے جتنا محدود تجربے ایک مسجد کی تعمیر میں لگایا مسئلہ (خصوصاً سمرقند میں) اپنے ۱۴۹۱ سنگ تراشوں کا مقابلہ کرتا ہے جو اس کے ہندوستانی محکمہ امور رعایت میں روزانہ کام کرتے ہیں جیسا کہ اندراج مورخہ ۱۴ ربيع الاول ۹۳۳ھ رجب مطابق ۲۱ دسمبر ۱۵۲۶ء سے ظاہر ہوتا ہے یا برے اپنا ایک پورا خط نقل کیا ہے جو اس نے کابل بھیجا تھا جس میں زخروں کی ایک سازش سے محفوظ رہنے کا ذکر کیا ہے۔

ادیتور کے رانا ساہمکا کی جنگ کے متعلق بابر کا بیان ایک سنجیدہ اور صاف فسانہ کی شان رکھتا ہے اور اس پر کچھ "فرمان" سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے جس کا بابر کے سکرٹری نے مسودہ کیا تھا۔ جس میں جابجا عربی جملے ہیں اور جو مسودات خارجی میں شریک ہے گو اس کا پتہ ترکی نسخہ میں نہیں ملتا جسے یڈن (۱۵۷۵ء) نے شائع کیا ہے۔ غیر اہم خلاؤں کے ساتھ روزنامہ آخر ۹۳۵ھ (ستمبر ۱۵۲۹ء) تک پہنچتا ہے اور نامہوار طریقے سے ایک مختصر اندراج کیساتھ اوائل ۹۳۶ھ تک یعنی وفات بابر سے ۱۵ ماہ پیشتر ختم ہو جاتا ہے۔

یہ مورخ روزنامہ کی شیرازہ بندی اب بھی یہ دیکھتا ہے کہ جس شخص نے اسے لکھا وہ کس وضع کا انسان تھا اور کس قسم کی فضا میں سانس لیتا تھا؟ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اگرچہ روزنامہ میں جابجا ترمیم کر دی گئی ہے۔ تاہم بابر کے گیرنگر کا ایک مذہبی انجمن اُس سے ضرور ہو جاتا ہے۔

وہ ایک بارہ سالہ لڑکا تھا جو اپنے بھائیوں اور چچاؤں سے وسطی ایشیا میں اپنی سلطنت فرغنے کے لئے لڑا ایک وقتی نوجوان سپاہی تھا جس نے اپنا موروثی تخت سمرقند ایک تہ سے زیادہ فتح کیا۔ ایک مذہب تھا جو مشرق میں

ایک سیلاب جنگ اور مغرب میں ایرانی دستوں کے درمیان کھڑا ہو گیا ایک اٹمنڈ حکمران تھاجس نے کابل میں اپنی نیلو قائم کی اور افغانستان کی خطوط و سرکشی آبادی کو اپنے قابو میں کر لیا۔ اور تنشاہیت کے خواب دیکھنے والا ایک کال الفن لشکری تھاجس نے پانی پت میں لودی خاندان کی بنیادیں ملا دیں اور رانا سا نگا والی ادیپور کو معاش کے راجپوت اور مسلمان رنقاد کے ایک مبارک جنگ میں شکست دیکر آگرہ میں اپنا دارالسلطنت، کنوؤں، باغوں، شروکوں اور مختلف امور سامتہ سے مرتب کرنے کا فخر حاصل کیا یہاں تک کہ شمالی ہندوستان میں اس نے ایک خاص قسم کی باقاعدگی پیدا کر دی۔

اس امکشاف کے متوازی اُس کا عام شخص اُس کی عجیب غریب شخصیت پر مبنی تھا۔ وہ زور آور اور مضبوط تھا۔ جنگجو اور دلیر۔ اُس نے سلطنت کو اس طرح حاصل کیا اور اس طرح برباد کر ڈالا جس طرح ایک نوجوان فضول خرچ اپنی ذاتی املاک کا وراثت ہو۔ اُسے اپنے ترکی لٹل ہونے پر فخر تھا۔ جس نے اُسے شجاعت اور انسانیت سے سرفراز کیا۔ لیکن وہ اُس مغلیہ نسل کو بھول گیا تھا جس سے اُس کی ماں تھی گو کہ اُسے بہت سی نیکیاں اور بہت سے گناہ مل تو م سے وراثت ملے تھے۔

جس وقت وہ جوان ہوا تو اُس کے تجارتی لے بتا دیا کہ اُسے اپنے دوستوں سے بھی بہت زیادہ ہوشیار بنا چاہیے لیکن اُس نے کبھی اپنے احساسِ تحیر کو ہمایہ اور دوستوں کے لئے اور اپنی جوانمردی کو عورتوں کے لئے، ہاتھ سے نہ دیا اپنی آخر عمر تک اُسے قانونِ فطرت کے مطابق رازِ فطرت کی دریافت اور تحصیل تماشوں کا شوق بڑھتا رہا۔ اُس لڑائی میں جو رانا سا نگا کے خلاف اس کو لڑنی پڑی اُسے بہت سنجیدہ اور جوشِ مذہبی سے لبریز پاتے ہیں جو اُس کی ابتدائی سرگزشت میں نظر نہیں آتا۔ اُس کا جذبہ عقیدت مشائخِ فخر اور خواجگانِ اسلام کے متعلق بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ ابتدائے عمر میں ایک بچہ کی طبیعت میں پایا جاتا ہے۔ لیکن وہ کبھی باطل عقائد کی طرف رجوع نہ ہوا۔ وہ ہمیشہ اُس کا آرزو مند رہتا تھا کہ ہر معاملہ میں خود تحقیقات کرے اور ہر مشتبہ معاملہ کو اپنی ہی آزاد نظری اور دلیل سے پرکھے۔ وہ لڑائی اور حکومت کے جدید طریقے معلوم کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا تھا۔ افغانستان اور ہندوستان میں اُس نے بندہ قوں اور توپوں کی ایجاد میں اپنے خاص بندہ قی استاد علی قلی کے ذریعہ ترقی دی۔ اور اپنی فوجوں میں اعتماد قائم کرنے کے لئے مغربی (رودی) ماہر فن ترکوں کو بندہ قوں کو مسلسل ترتیب دینے اور خطوطِ مداخلت کو مستحکم کرنے کے لئے ملازم رکھا۔

اس کے ساتھ مخلوں کا برتاؤ نہایت بے رحمانہ تھا لیکن وہ کبھی جذبہ انتقام سے لبریز نہ ہوا۔ کسی نہ کسی طرح اُس نے اپنے آخری محلوں میں مختلف طبقوں اور افراد کے درمیان ایک تفریق کر دی جنہوں نے اُس کی ترقی کو روک رکھا تھا اور جو لوگ اُس کے ساتھ بد معاملہ ثابت ہوئے تھے انکو اُس نے سخت سزائیں دیں اور جو بیکس لاچار تھے انہیں پناہ دی اور معاف کر دیا۔

اس طرح اُس نے ہزار آرا اور غزنی قوم کے سرکشوں کو تاراج کر دیا۔ اور بھوریوں کو سخت سزائیں دیں۔ لیکن ہندوستانی تاجروں کو پناہ دی تھی۔ ہندوستانی تاجروں کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ:-

”جب ہم قلات پہنچے تو ہندوستان کے تاجروں کو جو قلات میں سلسلہ تجارت لئے ہوئے تھے بھاگنے کا موقع نہ ملا۔ کیونکہ ہمارے لشکری اُس وقت قلات پر قبضہ کر چکے تھے۔“
 ”عام رائے یہ تھی کہ موجودہ انتشار کے زمانہ میں ان لوگوں کو جو غیر مالک آئے ہیں“
 ”برباد کر دینا ہی مناسب ہے۔ میں نے اُس کی تائید نہیں کی۔ اور دریافت کیا کہ اُن لوگوں نے کس جرم کا ارتکاب کیا ہے؟ اگر ہم محبت الہی کے جذبہ میں ان معمولی باتوں سے“
 ”کچھ نقصان اُٹالیں گے تو ایک دن خدا اُس کے معاوضہ میں ہمیں عظیم المنفعت اجر دے گا“

اس موقع پر اُس کی مغلی قومیت اُس کے جذبہ اسلام سے مغلوب ہو گئی تھی۔ لیکن ان معاملات میں جن میں پاسبان اور ضمیر ایک ہی سمت دہنائی کر رہے تھے، وہ کچھ زیادہ تیز فہم اور مافوق العقل نہ تھا۔
 سے نوشی کے متعلق بابر کا انکشاف بہت زیادہ سبق آموز ہے۔ مغلوں، ترکوں، اور ایرانیوں میں شراب نوشی عام طور پر رائج تھی۔ بابر اپنی شراب نوشی کی ابتدائی آزمائشوں کا ذکر خود کرتا ہے۔ جبکہ اُس نے القاسم کے انتہائی جذبات سے معمور ہو کر شراب نہ پی۔ ہرات میں بھی وہ اس سے بچتا رہا۔ گو عیش پسند جماعتوں نے اُس کے راستے میں بہت زیادہ تشویق پیشلائی۔ اُس کی عمر اس وقت تقریباً ۳۳ سال تھی۔ وہ لکھتا ہے:-
 ”اگرچہ میں اُس وقت تک شراب پینے کا مجرم کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور جبکہ میں اس کا علوی نہ تھا“

”اُس حساس سے غیر آگاہ تھا جو وہ پیدا کرتی تھی۔ تاہم اہل ایکٹ شیدہ مگر مستحکم میدان اس
”میدان میں سیر کرنے کا رکھتا تھا۔ اور میرا دل اس طوفان کو عبور کرنے پر بہت زیادہ
”مائل تھا۔ مجھے بچپن میں اُس کی مطلق خواہش نہ تھی۔ اور میں اُس کے کسل و سرور کو
”نہ تھا۔ جب والد ماجد مجھ سے شراب پیچے کے لئے فرماتے تھے تو میں انکار کر دیتا تھا
”اور پرہیز کرتا تھا۔ والد کی وفات کے بعد خواجہ قاضی کی محفوظ نگرانی میں میں پاکباز
”اور معصوم رہا۔ میں ممنوعہ غذاؤں سے بھی پرہیز کرتا رہا۔ پھر بھلا شراب سی کیونکر
”محفوظ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد جب جذباتِ شباب اور خلقی تحریک سی مجبور ہو کر مجھے
”شراب کی آرزو ہوئی تو میرے آدمیوں میں کوئی بھی میری خواہشات کو دھوت
”حفظ دینے والا نہ تھا۔ نہیں بلکہ میری خواہش شراب کا کسب و دم بھی نہ تھا
”اس لئے گو میں تشنہ شراب تھا مگر میری بے نیاز و طلبِ فطرت کیلئے ایسی جاں نخواستہ
”کی پذیرائی بہت مشکل ہو گئی تھی۔“

”میرے دماغ میں ایک بات آئی کہ لوگ مجھے بہت زیادہ مجبور کر چکے ہیں۔ اور اچانک
”میں ہرات جیسے منڈب شہر میں آگیا ہوں جہاں علی ترین مسرتوں اور جل جلی کے
”تمام ذرائعِ کامل طور پر میرے قبضہ میں ہیں..... اگر میں موجودہ نعمات کی
”قدر نہ کی تو پھر مجھے ایسا دوسرا موقع پھر کبھی نہ ملے گا۔ اس لئے میں نے شراب پینے کا
”ارادہ کر لیا۔ لیکن مجھے محسوس ہوا کہ مرزا بدیع الزماں جو میرے حسبِ بڑے بھائی
”ہیں میں اُن کے ہاتھ سے اُن کے قصر میں شراب پینے سے انکار کر چکا ہوں اس لئے
”اگر چھوٹے بھائی کے ہاتھ سے پی لی تو وہ ناراض ہو جائیگا۔“

”میں نے اپنی یہ مشکل جو درپیش تھی بیان کر دی۔ میرا غدر قبول کیا گیا۔ اور میں
”کسی صحبت میں پھر کبھی شراب پینے پر مجبور نہ کیا گیا۔ ہر کیف یہ طے ہو گیا کہ
”دوسری مرتبہ جب بدیع الزماں سے ملاقات ہو گئی اور دونوں مرزا ملکر کھینچ

”تو میں شراب پی لوں گا“

شراب نوشی کے متعلق جذبات اور وجوہ کی اس سے بہتر فرست اور کیا ہو سکتی ہے۔ وہ بھی جب ایک مذہب
باجزبہ کار اور گرمی بگاہ رکھنے والا وقوع کے کئی سال بعد خود بیان کرے۔

آخر کار یہ تجویز بابر کے ایک فادار امیر قاسم بیگ کے کانوں تک پہنچ گئی۔ جو ۱۲ برس سے امور خاکی کا افسر
تھا۔ اُس نے مرزاؤں کو شکایت نامہ لکھ بھیجا۔ اور بابر کی یہ عشرت کھیل کہ وہ آئندہ دعوت کے موقع پر
برج الزماں کے یہاں شراب پیئے گا بالکل برباد ہو گئی۔

پھر بھی بابر اپنے امرائے دربار کی رغبت معلوم کرتا ہی رہا۔ چونکہ وہ عام صحبتوں میں شراب نہیں پیتا تھا اس
لئے وہ بھی نہیں پی سکتے تھے۔ مگر وہ ہر مہینے یا چالیس دن تک اپنے گھروں کے دروازے بند رکھ کر شاہانہ طریقہ
سے شراب پیتے تھے اور اس طرح تلائی کر لیتے تھے۔ بابر نے اس موقع پر انھیں شراب پینے کی اجازت
دیدی۔ اور اس خصوص میں ترقی کا یہ قدم اور بڑا۔ کم سے کم اُس نے شراب جائز ضرور کر دی۔

ہیں معلوم نہیں کہ اُس نے حقیقتاً شراب نوشی کب شروع کی۔ کیونکہ اُس کے ردز نامچ میں ایک خلاصہ
ہے جو ۹۱۲ھ سے ۹۲۵ھ تک ایک بڑے زمانہ پر چھائی ہوئی ہے۔ ایک حوالہ سے نوٹ صفحہ ۱۲
ملاحظہ فرمائیے، معلوم ہوتا ہے کہ شاید اُس نے ۹۱۶ھ میں شراب پی۔ جب ردز نامچ ۹۱۹ھ سے پھر

۱۵ یادداشت کنگ جلد (۲) صفحہ ۱۱ - ۱۳

تیسرے جیو ریج ”بابر نامہ“ کے صفحہ ۸۲ پر اس عبارت یہ مطلب اخذ کرتی ہیں کہ بابر نے اُس تب سے پہلے شراب پی۔ حالانکہ
یہ صحیح نہیں ہے۔ اسے آرزو ضرور ہوئی لیکن اُس نے اعتراض کیا۔ غالباً اُس عبارت سے جس پر انہوں نے (جو الہ یادداشت
کنگ جلد اول صفحہ ۸۵) یہ حاشیہ دیا ہے اُن کا اس تجربہ پر پوچھا صحیح ہے کہ بابر نے سب سے پہلے سمرقند میں شراب پی۔ اور وہ
شراب بخارا نہیں۔

یہ ملاحظہ فرمائیے ۹۱۶ھ میں کسی نہ کسی وقت ہوا ہے۔ جہاں آکر۔ بابر کے ردز نامچ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔
لیکن ہیں معلوم ہے کہ بابر اُس وقت سمرقند میں تھا۔ گو اُس کی موجودگی وہاں پہلی مرتبہ نہ تھی۔
(باقی)

فرض اور محبت

— (افسانہ) —

سلیزبری ایک نوجوان فوجی، ننگلیں اور غیر تہذیبی اپنی بیوی کے گھر میں داخل ہوا۔ اسکی بیوی دوسری ایک مرنے پر بیٹھی ہوئی کوئی نئی کتاب دیکھ رہی تھی۔ سلیزبری نے ایک خاموش ٹھیک کیسیاتھ اپنی ٹوپی ایک طرف پھینک دی اسکی آہستہ سے گرتی کی آواز سے کئی چمک پڑی چونکی تو اس نے سلیزبری اپنے شہر کو کھڑے دیکھا وہ مسکرائی۔ مگر سلیزبری اس طرح غمناک اور خاموش کھڑا تھا۔

اب تمام کاغذیں بند کیا، تاریکی میں تبدیل ہو چکا تھا جیسے ہی ایک بڑے ملازم نے آکر لب روغن کیا، اوسی اپنی شوہر کے پاس آکر بولی :-
”کیوں پیارے آج خاموش کیوں ہو“

سلیزبری نے ننگلیں خود سے دوسری کی طرف دیکھا اور کئی لمحے تک دیکھا تا اس نے پھر نگاہیں جھکا لیں اوروہ پھر غم کے سمندر میں ایک ٹوٹے ہوئے جہاز کی طرح بہنے لگا۔

دوسری نے پھر کہا :- ”کیوں پیارے ؟“

وہ سلیزبری کے قریب گریٹھ گئی، اس نے اپنی متمناں ہونے پہاڑی گلاب سے زیادہ سرخ و خلسہ سلیزبری کے ٹھنڈے خلسوں پر جھکا دئے جو فرطیاس سے سر جوڑ گئے تھے۔ سلیزبری اب بھی خاموش تھا۔ وہ تفکر انعم کے ایک لائن پر چٹل میں رہے کھارہ تھا وہ مستقبل میں اپنی مدح کو ایک آشدان میں دبلا ہوا دیکھ رہا تھا اپنی ہستی کو جنہاں ہم میں کی آنکھوں میں ایک تلاش کی طرح محسوس کر رہا تھا وہ سچ ہا تھا وہ خیال کر رہا تھا کہ آج کے ہر لمحہ دوسری کے محبت لگ لہوں کا وہ ان لہوں کا وہ سب جو زندگی کا شادی کی طرح سرخ و خند و زیادہ میٹھے ہیں جو روٹی کو مری کر رہے ہیں جبکی انصاف میں گیتوں کا باغ ہے اور جبکی گود میں موسیقی کا منہ دھککا ہوا ہے ہاں عجوبوں بڑے کلب سے آجکے نہ نصیب نہ موسی کا، جو آجکے بعد دوسری کی آنکھیں دیکھنی نصیب نہ ہو سکیں گی، وہ آنکھیں جنہیں محبت کی روشنی جو عصمت کی چمک ہے اور رحمت پن کی مستی جو چٹکی رنگونی میں ہنسنے کے حکیت ہیں ابھی بڑی بڑی پگلیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا جو کہ بے شمار گولیں نہر کے کنارے پانی میں کھیلے جھک رہی ہیں یا فوس کے کسی چٹو کے کنارے حملوں نے اپنے مال کھینچ رہے ہیں۔

وہ خیال کر رہا تھا۔ دوسری کی گم ہونے کی ہستی توج کے بعد میں ہم کندہ ہو سکوں گا، اسکی لذت اور شراب سے بھری ہوئی خاموشی میں آجکے بعد میں نہ کسی کو بھی بائیں کواڑنے دیکھ کر پھر کھل کر کہیں کہ قرضتہ شام کے لمحوں سے ملے ہوئے الفاظ تیرے ہیں !!

پھر وہ کھلے شفق کو دیکھ کر شرم کے دہندہ لاکھ لاکھ رنگوں کی گدھوں کے خواہ چمک رہے ہیں۔ اور جنت کے گھر کا سامعہ عالم ہے :-

صبح کی صبح مجھے اچھے میٹھے میٹھے اہل کی متی میں ڈبئی ہوئی آواز سے محبت کے گیت کون سنائیگا جب میں کہیں جاؤں گا تو میرے کٹ پھٹ

محبت کرے گا، ایک مشرقی جسم کا ساتھ مجھے تو بی اٹھا کر دے گا؛ اے وہ ٹوپی اٹھا کر دینے کا وقت جو وقت میری راحہ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی جسم کا لوح بننا ہی ہے۔ آج کے بعد پھر کبھی حاصل نہ ہو سکیگا۔ وہ انہیں خیالات میں تھا کہ اوس نے پھر اپنا رخسار اُس کے گالوں پر رکھا، وہ اپنے شوہر کی ناراضی یا علیحدگی سے واقف ہونا چاہتی تھی، آخر وہ بولی۔۔۔

”کیوں پیارے کس سوچ میں ہو؟“

”نوسی“

سینہ زری نے جواب میں ایک نگین محبت اوتار کر لبریز لہجہ میں کہا:۔۔۔۔۔ میں بڑے گہرے سوچ میں ہوں، مگر کیا اس سوچ کو تم پر واضح کر کے تمہارے حصول کو دلوں جھلسا دوں؟ مگر..... وہ رکا اور اس نے کہا:۔۔۔۔۔ مگر مجھے کھانا ہی بچا۔ کیونکہ وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے تم سے چھپا کر میں مکمل کر سکوں، وہ تو ہاتھ میں آخری بات ہی ہے۔" اوسے بولی:۔۔۔۔۔ باتوں میں آخری بات یہ کیا ہے؟ آخری بات کیا ہے؟ اگر کسی دوسری رنگی نے تمہارا دل لے لیا ہو اور تم اس پر اپنی جان سمیت فدا ہو کر ہو تو یہ آخری بات کیا ہوئی؟ تم اس طرح باتیں کر رہے ہو جیسے مانق منگواہ میں جاتے وقت کہا کرتا ہے:۔۔۔۔۔

سینہ زری نے جواب بھی اوسے کی معصومیت پر دل ہی دل میں کہا کہ: ہا تھا۔۔۔۔۔ (کتنی معصوم۔۔۔۔۔ کتنی بھولی ہے!) اسپر فطرت ظلم کر رہی ہے! ماں اپنی بیٹی کو قتل کر رہی ہے۔۔۔۔۔ کھا۔۔۔۔۔

سینہ بڑی سنجو بھی دوس کی معصومیت پر دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ رکتی معصوم بچہ کتنی بھولی ہے! اسپر فطرت ظلم کر رہی ہے! ماں اپنی بیٹی کو قتل کر رہی ہے! کھا۔

اُٹھ پاری میں ایک ایسی ہیبت سے متاثرہ ہوں، تم سے کہہ دوں گا تو تم رونے لگو گی۔

دوسری بولی :- میں اللہ کا لکھی ہے اچھا تم کو تو مجھے دانا منظور ۔۔۔ سلیزبری نے کہا ۔ منظور ہو داکٹی رونا تو سنو دوسری میں لڑائی مینجا
 جابا ہوں لڑائی پڑ ۔ دوسری نے سلیزبری سے ہٹ کر دو ایک استغجاب کیا تو پوچھا ۔ سلیزبری نے جواب دیا ۔ ہاں لڑائی پڑ ۔ دوسری نے اس کے ہاتھوں کو ہٹ
 سے پکڑ لیا ۔ اسی بار اس سے پوچھ لگی ۔ یہ یقین نہ تھا تھا وہ مصروف کیونکی طرح پوچھ رہی تھی ۔ سلیزبری نے کہا ۔ میں اس غلین نہیں ہوں کہ میں میدان جنگ میں بھیجا جاؤں
 چاہا ایک دشمن کی گولی ، دشمن کی شین ، یا دشمن کی تلوار میرا انتظار کر رہی ہوگی ۔ یا ایک دشمن کا سینہ میری ان تمام چیزوں کا انتظار کر رہا ہوگا ۔ لیکن میرا دل میرا گلیا میری رگ
 رگ دوسری یہ بدلتی ہے غم میں جیسی جارہی ہے عارضی بدلتی ہے غم میں نہیں ، خزانہ دائمی کے غم میں ۔ میرا دل ایک ہی وقت میں تپتا رہا تو دم پڑتا رہا جو جانے کے بعد بے
 سے لہر نہ ہو کبھی زخم مرے ۔ پھر غم آتا رہا کبھی محبت زخم مرے ۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ کو دھیرا چھڑا ، اس نے کئی گولی چھوٹی مینزہ نقشہ جنگ کھلیا :- اس نے کہا
 "میں تل جارہا ہوں"

یہ کہ اس نے ایک مقام پر اٹھ کر کہی جہاں لکھا ہوا تھا: "اطالیہ"۔ اطالیہ؟ ہوسی نے غناک انداز میں کہا اتنی دور ہمارے شہر سے
فرانس سے اتنی دور؟ ۴۰۰۰!

یہ لکھ رہا کہ کسی سوچ میں بڑگئی، سلیزبری کی انجلی نقشہ پر رکھی کی رکھی رہ گئی۔ وہ دونوں محبت کے طوفانی سمندر میں غرق ہو جانے والی کشتیوں کی طرح غوطے کھا رہے تھے۔ اسی اس کے بازو پر ہمارا دسے ہوئے ساکت تھی، اودا کے بازو سے ایسی چٹٹی ہوتی تھی جیسے جاز میں ہر بند پتوں میں چھپ جاتے ہیں وہ نجی کبوتر کی طرح وخت زندگی کی تلاش سے پلٹی ہوئی تھی۔ سلیزبری کے سامنے دوسری تھی، وہ ایک مسلسل محبت کے ساتھ اپنے بہد مستقبل میں اس کی حالت نزار کا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا۔

توسی کمرہ کے کونوں میں اسے یاد کر کے رو رہی ہے۔ وہ دیکھ رہا تھا راتوں کو توسی اکیلی کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ اکیلی خوبصورت نیلی نیلی آنکھوں سے بڑے بڑے آنسو ٹپک کر آگ پر گر رہے ہیں۔ اسی طرح اس کے دل کے جلنے ہوئے تو ہے پر محبت کے آنسو گر کر دھوئیں اور ہوا میں تبدیل ہو رہے ہیں:-

توسی کے سامنے سیلو بری تھا اور وہ سیلو بری کی آئندہ زندگی کے خوفناک مناظر کی سیر کر لے رہی تھی۔ اُسکا تخیل فطری طور پر ایک ہولناک میدان میں بگولے کی طرح اڑا اڑا پھر رہا تھا۔
وہ دیکھ رہی تھی:-

طبل جنگ بجا، فوجوں کی قطاروں نے اپنی اپنی جگہ حرکت کی دفعتاً آسمانوں کے گرنے کی سی آوازیں آئیں اور تمام فضا ہلکا پھلکا شعلوں اور دھوئیں سے لبریز ہو گئی۔ ہوا میں انسانی ہاتھوں کے سروں کو اور گوشت کے ٹکڑے اڑتے ہوئے نظر آئے تھے اور تمام میدان جنگ ایک خونی دھوئیں کی چنی بن کر رہ گیا۔
وہ دیکھ رہا تھا:-

توسی صبح سویرے کھڑکی میں کھلے ہوئے وسیع دامن کی طرف جو اس کے مکان کے سامنے پہاڑوں کے سلسلہ سے اودھوا رہی تھی، گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑی ہوئی خاک میں اس کے داہمہ کو ابھرتا ہوا دیکھ رہی ہے۔ اسکی نگاہوں میں امید کی دنیا ہے اور اس کے آنسوؤں میں امید کی ایک ٹٹھائی ہوئی شمع ہے اس کے دیکھنے میں انتظار ہے اور اس کے انتظار میں نرمی امید۔
وہ دیکھ رہی تھی:-

آدمی جیسے سسک رہے ہیں فوج، انیس پاؤں سے کھینچتی ہوئی گزری چلی جا رہی ہے۔ سر پہ ہوائی جہاز انسانی درد مندوں کے ہاتھ سے بنائے ہوئے مصنوعی عقاب تیر رہے ہیں۔ جن کے اندر جیلوں اور عقاب سے زیادہ تیز اور خونخوار پہنچے رکھنے والی خوفناک مخلوق بیٹھی ہوئی گولیوں اور آگ کی بارشیں کر رہی ہے۔ توپوں کے منہ سے دوزخ نکل رہی ہے۔ تلواروں کی دھاروں پر دھوئیں کے کراہنے کی خفیف اور نازک ترین آوازیں آرہی ہیں۔ انسانوں کی چیخیں انسانوں کے دم توڑنے کی آوازیں فضا میں بلند ہو رہی ہیں۔ مگر توپوں کی گونج ان آوازوں کو دبا دیتی ہے اور آتشیں ناک گرج کی متواتر آوازیں انسانی آواز کو شکست دے رہی ہیں۔
وہ دیکھ رہا تھا:-

توسی کو ۹ مہینے گزر چکے ہیں۔ اس پر وہ کلیف گزرتی ہے جو بہ عورت پر گزرتی ہے۔ اسکی گود میں بچے کے رونے کی ایک گینہ سی، یا سیں کے چھوٹے ناک ساک ڈھیر گلاب کی پتیوں کی اک ڈھیری سی ایک معصوم روح، ایک بالکل معصوم بچہ اس کی گود میں ہے وہ کبھی اسکی پیشانی پر چوم کر اسے ہنسنا ہنسا کر ایک یقین کے ساتھ پوچھ رہی ہے۔

”کیوں؟ کیوں؟“ قہر سے ”ابا“ کہہ آئیگے وہ بہت سے ملکوں کی اچھی اچھی چیزیں لائیگے، بہت روپے لائیگے، اور پھر ایک ساتھ ٹنگیں ہو جاتی ہے۔

وہ دیکھ رہا تھا۔

اب اس کی آنکھوں کے سامنے لوسی کی آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھیں ہیں اور بچے کی معصوم مسکراہٹ "تیسرا ہوا آنسو" لوسی کی آنسوؤں میں ایک مکمل ناامیدی پائی جاتی ہے۔ وہ درہی ہے۔ اور روئے جاتی ہے۔ وہ کبڑی ہو گئی ہے اور کبڑی کے پاس آگئی ہے۔ شام ہو چکی ہے آفتاب پھاڑیوں میں بیٹھا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاس ہی کسی پھاڑی میں غائب ہو جائے گا۔

ابھی کچھ کچھ بہت ہی کم کم، خفیت سی روشنی ہے لوسی کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور بچہ ماں کا ہنہ تکے جا رہا ہے۔ لوسی اس کا انتظار کر رہی ہے۔ اس کے انتظار میں اب بھی یقین کی ایک جھلک اور امید کی دھندلی روشنی ہے۔ تاہم زیادہ پھیل گئی۔ ایک بڑھیا نے اس سے اندر چلنے کو کہا، اس نے بچہ کو دیدیا۔ اور خود ستوں پر ہاتھ مار کر روئے گئی، اس کے رونے میں اس کے قلب کا تمام تر جوہر آنسو بن کر بہ رہا تھا، اس کے آنسو کی ہر لونڈر زندگی کا ایک سمندر تھی جو ضائع ہو رہا تھا۔ وہ دیکھ رہی تھی۔

فوج ایک شہر میں داخل ہوئی ہے اسے فتح کر لیا ہے۔ پھر آگے بڑھی ہے۔ ایک میدان میں دشمن کی فوج اور اس کے شوہر کی فوج سے مقابلہ ہوا ہے۔ یکایک اس نے دیکھا کہ ایک چٹان کے کنارے اس کا شوہر پڑا ہوا جان توڑ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے اس کی بوج لبوں سے نکلنے والی ہے۔ اور وہ ایک حبیب کرب کے عالم میں ہے۔ ایک کاغذ اس پر "لوسی" لکھا ہوا ہے۔ اور نیچے کچھ اور نقوش ہیں۔

وہ دیکھ رہا تھا۔

لوسی کے پاس اس کا دوست ناوٹن باگلی کھڑا ہوا اس سے اظہار محبت کرنا چاہتا ہے مگر لوسی اٹھ کر چلی گئی ہے۔ وہ دیکھ رہی تھی۔

لوسی لوسی ذرا آگے بڑھی۔ نے دیکھا سیلینز بری مرچکا ہوا اور ایک خط اس کی سنگین میں چبدا ہوا ہے۔

لوسی کو تھیل نے اکو دہن میں جیسی ہی یہ قصہ پر پیدا کی اکو لوتو بیضاٹہ ایک جج محل گئی اور وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر سیلینز بری کر پٹ گئی۔ سلینز بری نے ایک ساتھ چونک کر کہا۔ "باگلی! باگلی! میں ابھی زندہ ہوں تو لوسی کو حامل نہیں کر سکتا وہ میری محبت کو حامل ہو چکی ہے اور اب محبت پر تیری ہوس تو کیا کوئی" قوت "مجھے فتح یا ب نہیں ہو سکتی۔

لوسی نے مزاح اپنی جج کے ناٹھ کو بول گئی۔ اور سیلینز بری کے ان جملوں پر استعجاب کرتے ہوئے سیلینز بری سے پٹ گئی۔

محبت کا کام ختم ہو چکا غزن کی باری آئی۔ دوسرے دن فرانس کا بحری فوجی بیڑا سمندر کے یکے پر تیرنے لگا۔ ساحل پر لوسی تھی اس کے آنسو :- (طبعی) (سائنس نگاری)

نسائیات

عورت سے

لے عورت، لے بنتِ فطرت اولِ مہدِ انسا نیت
محلِ سرا کی زریب و زینت لے سامانِ عیش و عشرت

لے مردوں کو بننے والی

اور کینزک بننے والی

لے بے کس، بے بس، و کیاری باپ کی لاڈو، ماں کی پیاری

دل کی تنہا راجِ دلاری شوہر کی معصوم چٹاری

لے بچوں کو پالنے والی

گھر کے بوجہ سنبھالنے والی

اے صرف رنج و بربادی لے مستقبل کی شہزادی

تو ہے محرومِ آزادی تُو یہ خاص مبارکبادی

وقت نیا اور آنے کو ہے

اب تیرا دور آنے کو ہے

منظر صدیقی اکبر آبادی

سلف کی عورتوں میں علم کی اہمیت کی حقیقت

حضرت امام ربیعہ

مولانا میر نذر علی صاحب دہلوی کا کوروی

۱۔ یہ حضرت امام مالک اور خواجہ حسن بصری کے اُستاد ہیں ان کی تعلیم کا نہایت ہی دلچسپ قصہ ہے۔ ان کے والد کا فروغ نام تھا فروغ بنی امیہ کی فوج میں ملازم تھے۔ اتفاق سے خلیفہ و شوق کے حکم سے ایک اسلامی لشکر خراسان جانیوالا تھا اس سلسلہ میں فروغ کو خراسان جانے کا حکم ہوا چنانچہ انھوں نے بھی سفر کی تیاری کی۔ جوی کو ۲۰ ہزار اشتریاں دیں اور خراسان چلے گئے۔ جسوقت یہ خراسان جا رہے تھے اسوقت ان کے بیٹے امام ربیعہ پیدا نہیں ہوئے تھے۔ فروغ تو خراسان چلے گئے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا ربیعہ نام رکھا۔

ان کے والد فروغ بہت عرصہ تک خراسان میں رہے۔ ۲۷ سال کے بعد جب فروغ خراسان سے واپس آئے تو ان کے بیٹے ربیعہ اس قابلیت کو پہنچ چکے تھے کہ وہ اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے اور مسجد نبوی میں ٹیکر درس دیا کرتے تھے جس وقت فروغ مدینہ منورہ داپن وطن میں پہنچے تو انھوں نے اُس نیزہ سے جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا ربیعہ آواز سنتے ہی باہر آئے دروازہ کھلا تو فروغ نے اندر جانے کے لئے قدم آگے بڑھایا۔

ربیعہ دباپ کو نہ پہچان کر آپ کون صاحب ہیں؟ اور مکان کے اندر بے تکلف کیوں جا رہے ہیں؟

فروغ۔ خدا کے دشمن تو بتا کہ تیرا یہاں کیا کام ہے؟ یہ تو میرا مکان ہے۔

اتنے میں پُرس کے لوگ جمع ہو گئے۔ امام مالک نے دیکھا کہ میرے اُستاد ربیعہ سے جھگڑا ہو رہا ہے جلدی سے آئے اور نہایت ملائم الفاظ میں اس طرح منوج ہوئے۔

امام مالک۔ (فروغ سے) اگر آپ کو اس جگہ ٹھہرنا منظور ہے تو دوسرا مکان حاضر ہے تشریف لائیے۔

فروغ۔ ابی ہناب یہ میرا ہی مکان ہے میں فروغ ہوں۔

اتنے میں ربیعہ کی والدہ نے جو شوہر کی آواز سنی تو پہچان لیا اور کہا کہ آنے دو یہ ربیعہ کے والد ہیں پھر کیا تھا۔ باپ بیٹو دونوں تصویر حیرت بنے ہوئے تھے مگر میں گئے ماں نے بیٹے کا تعارف کرایا باپ نے بیٹے کو خوب گلے گلایا یہاں تک کہ انتہائی مسرت ہو روئے پھر تھڑی دیو میں کافی اطمینان کے بعد یہ گفتگو ہوئی۔

فروع - میں ۲۰ ہزار اشرفیاں تم کو دے گیا تھا وہ کہاں ہیں؟
بیوی - گھری میں موجود ہیں اطمینان رکھو۔

لئے میں دیکھ کر اگیا امام ربیعہ مسجد میں تشریف لائے اور درس دینا شروع کر دیا درس کا یہ عالم تھا کہ چاروں طرف سے شاگرد گھیرے ہوئے ہیں حضرت امام مالک اور حضرت امام بصری بھی حلقہ درس میں موجود ہیں۔ اتنے میں فروغ مسجد نبوی میں نماز پڑھتے گئے وہاں دیکھا تو ربیعہ سند علم پر بیٹھے ہوئے عالماذ شان سے درس دے رہے ہیں۔ فروغ کو دھوکا ہوا لوگوں سے بچا یہ کون بزرگ ہیں؟ سب نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے۔ پھر کیا پوچھنا تھا بیٹے کو یہی شان میں دیکھ کر اتنے خوش ہوئے کہ جی انتہا نہیں تو طوری پر تک نہایت شوق سے اس دلچسپ منظر کو دیکھتے رہے اور جوش میں آکر کہا۔
”بے شک میرے بیٹے کو اللہ نے بلند مرتبہ عنایت فرمایا۔“

پھر خوش خوش گھر واپس آئے۔

فروع میں ابھی مجاہدین نماز پڑھنے گیا تھا وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ربیعہ درس دیتے ہیں بڑے بڑے بن رسیدہ حلقہ درس میں شریک ہیں ہزاروں کا مجمع ہے۔
بیوی - باب بتائیے آج بیٹے کی یہ شان پسند ہے یا ۲۰ ہزار اشرفیاں؟
فروع - خدا کی قسم اس شان کا کیا کنا میں یہی شان کو پسند کرتا ہوں۔
بیوی - تو سنو! میں نے وہ اشرفیاں ربیعہ کی تنیم میں صرف کر دیں۔
فروع - پھر تو۔ خدا کی قسم میرا مال ضائع نہیں ہوا۔ الحمد للہ۔

۲۔ ہارون کے بیٹے امام زبیدی کی آنکھیں آخر عمر میں کمزور ہو گئی تھیں کہ کتاب دیکھ ہی نہ سکتے تھے لیکن ان کی لوندھی اس بلا کی قابلیت رکھتی تھی کہ کتابیں دیکھ کر اپنے مالک کے لئے حدیثیں یاد کر لیا کرتی تھی۔

۳۔ مشہور حکیم ابن زہر اشبلہ کی بہن اور باغی کو فن طب پڑھنا چاہو تھا کہ اندلس کے خلیفہ منصور نے اپنے محلات کا علاج انہیں کے سپرد کر رکھا تھا علامہ حکیم ابن ابی مسیبہ جو اپنے وقت کے بڑے مورخ گذرے ہیں انہوں نے ابن زہر کی باغی اور بہن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دونوں فن طب کی کبت بڑی عالم تھیں اور نسوانی امراض کے علاج میں تو ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔

۴۔ علامہ ابن سہاک کو فی سنی ایجاب دیکھ دینے کے بعد اپنی کینز سے پوچھا کہ میری تقریر کیسی رہی؟ تعلیم یافتہ قابل کینز نے کہا کہ تقریر تو اچھی ہے مگر اتنی بات کہ آپ ایک بات کو بار بار کہتے ہیں علامہ ابن سہاک نے کہا کہ یہ صحیح ہے لیکن میں اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ پہلی بار جملہ کتب مجھے ہوں دہرایا سمجھ جائیں اس نے کہا یہ سچ ہے مگر جب تک کم سمجھ والے اس کو نہ سمجھیں گے اس وقت تک سمجھو لو اس کے دل کدھر جو چاہیں گے۔

۵۔ صاحبزادے حافظ نامی جو دمشق کے مورخ گذرے ہیں انہوں نے صدیوں کے علاوہ دوسرے زیادہ عالم

عورتوں سے فتنہ حدیث حاصل کیا تھا۔

ان تمام واقعات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلف میں طبقہ نسواں دفن حدیث فتنہ طلب و غیبت میں ہر قسم کے حمائے حیثیت رکھتا تھا۔ آج صرف مغربی علوم کو باعث فخر سمجھا جا رہا ہے لیکن میں اپنی بہنوں کا آگاہ کرتا چاہتا ہوں کہ حنین کی جنگ اور اس کے اثرات ہم کو دنیا کے ایک خونریز اور تاریک مستقبل کی دعوت دے رہے ہیں اس لئے اس کو ہمارے واسطے ممنوعہ سلف بن جانا ہی ضروری ہے کہ جس میں مستقبل نیک کارناموں کا راز مضمر ہے

----- (۴۰) -----

عورت اور آزادی کا مطالبہ

”لڑکیوں کو..... بند کمروں یا چار دیواری میں کیلئے کس لئے ہدایت کی جاتی ہے۔ غرض کہ شروع ہی سے لڑکی کے دلیں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں ایک ایسی ہی ہوں جس کے لئے قدرت کی کھلی ہوئی جو اخلاقی احکام کے مطابق ممنوع ہے..... خاص کر مسلمان لڑکیوں پر وہ سے زیادہ پردہ کو جو کہ ان کی صحت پر بڑا اثر پڑ رہا ہے، میسر قریشی۔ ایل۔ ایم۔ پی۔ لیڈی ڈاکٹر (سیلی)، رواجی پردہ نہ صرف مسلمان لڑکیوں کی تعلیم میں سد راہ ہو رہا ہے بلکہ اس جس نے جاسے مسلمان خواتین کی صحت کو بھی غیر مسلم خواتین کے در مقابل میں نمایاں نقصان پہنچ رہا ہے۔ رواجی پردہ کے مسئلہ میں مسلمانوں کی یہ انتہا پسند میا دہشی مسلمان لڑکیوں کو جبری، تعلیم کے فحش سے بھی محروم کر رہی ہے۔ یہ مسئلہ اس قدر اہم ہے کہ مسلمانوں کو اس طرف خاصی توجہ مبذول کرنی چاہیے۔“

میسر خدیجہ شیخ طیب جی
صدر مسلم لیڈ نیر ایجوکیشنل کانفرنسین۔ پونہ دہلیوں،

میں ہندوستانی پردہ کے نہایت خلاف ہوں اور اثر ہو یا نہ ہو مقبول ہو یا نہ مقبول، میں اپنے خیالات کی ضرورت شاعت کو دلگی..... اس ہندی پردہ نے جس گناہ جابل کو بھگتا کی چلیاں بھی کسی کٹی قندبانی سے سر کا کر چکا کہ لیتی ہیں سگر میں اتنا بھی منہ ہے۔ پردہ سے ہانکنا۔ کڑکی سے دیکھنا گناہ۔ خدام پر دم کرے۔

اور جلدی معری لڑکی کی آزادی کا سادہ بیان یہی دکھا دے..... مولویوں کا خوف و طواؤں کا ڈھکھا
ان کی مخالفت سے خد بڑھتی ہے۔ اور خد کے ساتھ کام مکمل ہوتا ہے۔ اگر وہ سخت پردہ کی کمی سے بے جا جاتے ہیں
تو ان کی تنبیہ سے ہم کیوں جلیں؟۔ انکا غصہ سر آنکھوں پر۔ ان کا احترام لازم۔ اب کر نیگے وہ ہی جو ضمیر کہے گا۔
نذر سجاد حیدر (مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) (مرتب)
تعلیم خواتین بقدر ضرورت ہونی چاہئے۔ اور انکو آزادی بھی دینے میں دریغ نہ کرنا چاہئے۔

وجید لکنوی (مرتب)

اے ناشکر گزار بے وفا، جابر و ظالم مرد!..... شاید تجھے زندگی کی کامیابیوں میں مطلق اس
امر کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ کہاں تک عورت کی ہمدردی اور استعانت کی محتاج رہی ہیں۔ گمبیری بدولت اُس کی دنیا
صرف گمبیری چار دیواری ہے۔ جس کو مکان اور قید کو پردے سے تعبیر کرنا ستم ظریفی نہیں تو کیا ہے۔ یہ ہے اس کی
صحت کا سادہ مضامہ اور اُس کی رفاقت کا صلہ!
میاں انوار حسین۔ ایم۔ اے بھوپال۔ (دیسی)

لڑکی کے علاوہ طرازوں میں پردہ کے متعلق حسب ذیل سرکاری اعلان ہوا ہے:-
”عورتیں اپنے چہرے چھپا کر آسانی سے روزی نہیں کما سکتیں۔ اور برقع اوڑھنے والیوں کی صحت بھی اچھی
نہیں رہتی اس کے علاوہ پولیس کو اپنے زراعت منصبی کی انجام دہی میں وقت پیش آتی ہے۔ کیونکہ محرموں کو اس دنیا
نوسی زمانہ ہیئت کے اختیار کر لینے سے رپوش ہونے میں بڑی۔ دلتی ہے۔ لہذا عورت کو ترک حجاب کے لئے
دس دن کی محنت دی جاتی ہے اس کے بعد اگر کوئی خاتون کسی شاہراہ عام پر نقاب پوشش نظر آئے گی تو
گرفتار کر لی جائے گی۔“

(امم اقریٰ)

وطن کی جوگن

رات کے سناٹے میں

(دلفینیں جال بریلوی)

جب بزمِ فلک پر تارے سے کچھ چل چل رہے ہیں
جب دنیا کے ہر منظر پر خاموشی طاری ہوتی ہے
جب اہلِ کسب کے قطرے چھپ چھپ کر چھپ چھپ کر روتے ہیں
مغموں و مناظر ہو ہو کر جب چاند بکھتا چلتا ہے
جب گنگا کے آئینوں میں حجابِ درخشا ہوتا ہے
جب پانی کی سیانی میں کچھ تارے ڈلگ کرتے ہیں
پتوں کے وہانی پر وہاں کچھ قطرے روتے رہتے ہیں
جب نورِ ابدار ہوتا ہے کتاب کے عشرت خانوں سے
گوارہ حسنِ آرائی میں جب حسن کی دنیا سوتی ہے
جب بچے سوتے رہتے ہیں خاموش کنارِ مادر میں
کسار کے اُس سناٹے میں جب طائرِ ساکت ہوتے ہیں
ہوتی ہے گلے میں اک گفنی اور لبِ پرنا لے ہوتے ہیں
میں عشقِ وطن کی دیوانی خاموشیِ تحیر ہوتی ہوں
اُس وقت مریے نغموں سے دل آہیں سی برساتا ہے
لے عشقِ وطن کے دیوانہ کیا مٹھی نیندیں سوسنے ہو

جب چاند کو طلعتِ زانوسمچوں کے کٹوتے بھرتے ہیں
جب بحرِ خواب کی موجوں پر دنیا کی کشتی ہوتی ہے
جب سوزِ بے نیندگی کیفیت میں غافل ہوتے ہیں
جب سیاہیِ لہروں میں اک نورانی منظر ڈھلتا ہے
جب موجوں کے کاشانوں پر بتور برستا ہوتا ہے
صحرا کے ریشمے میدانِ جب جگمگ جگمگ کرتے ہیں
جب پوروں کی رعنائی میں کچھ قطرے روتے رہتے ہیں
جب باد کو تر چھٹتا ہے تیاروں کے پیمانوں سے
حسرت کی غم افزائی میں جب عشق کی دنیا روتی ہے
جب مائیں نیندیں لیتی ہیں پر کیف سکوں کی چادر میں
اُس چوٹی پر ہیں ہوتی ہوں جس کے پتھر تک سوتے ہیں
جذبات کی غم افزائی سے سب منظر کالے ہوتے ہیں
دل میرا لے کرتا ہے میں چھپکے چھپکے روتی ہوں
پرگیت و نورِ حسرت میں پھر سازِ فضا بن جاتا ہے
آنکھیں کھولے متانہ کیوں وقت کی دولت کھوتے ہو

شعر الحرم

(مسل)

عرب اور انگریز شاعر عورتوں کا تذکرہ

انگریز شاعر عورتیں

بیلی (میر یا ناہیلی) یہ شاعرہ مشہورہ ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوئی اس کے شوہر کا نام الیگزینڈر تھا، بیلی کو دنیا کی سیر کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا چنانچہ ۱۸۵۸ء میں اس نے یورپ کے مشہور ملکوں کی سیر کی اور

ایک پُر از معلومات سفر نامہ ترتیب دیا وہ ۱۸۶۱ء میں مشہور ہوئی اس کے نام جو مرسلت کی وہ قابل قدر گراں مایہ حیثیت رکھتی ہے۔ یہ دو جلدوں میں شائع ہوئے اور ملک میں ان خطوط کی بہت قدر کی گئی۔

۱۸۴۲ء میں مدیسی، مشہور شاعرہ اور ریاض نے دنیا پر بخوبی نگاہ ڈالی اور وہ فردوس کی ازخو دادیوں کی سیر کو روانہ ہو گئی۔

بیلی (ڈیڈی گرزل) مارچنٹ کے ہوم ایل پریئر کی لڑکی تھی اٹریبرکس جو برکشا پر میں واقع ہے

اس کا مولد سے یہ مشہورہ ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئی بیلی طبیعت نہایت سنجیدہ اور جری واقع ہوئی تھی

تو نے مدتوں بلا مشقت

اپنے مطالب حاصل کئے

بے شک ایک امر اجم

بھگو میرے جواب سے مانے ہے

اب میں دل کو سمجھاؤں گی

کیوں کہ تو جواب دیتا ہی نہیں

کاش ایک ساعت میرا دل

تجسس سے چین پاتا

ام ثواب۔ عرب کے زمانہ جہالت میں "قبلہ بنی ہزان" کی مشہور و

معروف شاعرہ تھی یہ نظم جو ذیل میں اس کے کلام کے نمونہ کی طور پر دی گئی

ہے۔ ایک عجیب چیز ہے اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ ام ثواب کے بیٹے

اس کی کوئی خدمت نہیں کی اور اپنے بیٹے کی سردھری سے اثر گیر ہو کر

ام ثواب نے یہ نظم کسی عجیب تشبیہ دیتی ہے۔ ام ثواب اپنے بیٹے

کو غائب کر کے کہتی ہے۔

میں نے اُسے پالاجکڑہ پر نہ بچے کی طرح

بڑے مددے والا تھا

عرب شاعر عورتیں

طال ما قد نلت

فی غیر کد املک

ان امرأ فاحاً

عن جوالی شغلک

ساخری النفس اذ

لم محب من سلك

لیت قلبی ساعة

صبرۃ عنک ملک

دبیتہ دھوش الغم عظم

۴۱ اعطام تری فی جلد زیا

حق اذ اخ کا حال شدید کیا تھا جب ترکہ کی طرح بڑھ گیا اور اس نے اپنے باپ اور اس کے دوستوں کے لئے
ایارہ دفعی عن متند لکرجا اصلاح کرنیوالوں نے اسے دوست کیا عیب محب کام کے اور اس مردانہ بہادری کا
انشایمق اثوابی یودہنی تو میرے پڑی پہاڑ نے اور سرکش کرنے پر تل گیا ثروت دیامس کی ایک بہادر مرد سے اتنی ترقی
بعد شیبی عندی تیخی الادبا کیا تر ہاپے میں مجھے ادب سکھاتا ہی نہیں ہو سکتی۔

انی لا بصرفی تو حل لمتہ مجھے اس کے باؤں کی آرائش اور یہیلی اپنی اس شجاع اور بہادر نظرت کیا تہ
وخط الحیۃ فی خلد عجبا ڈاڑھی کے خطا کو دیکھ کر تعجب تو باہی ہی شاعرانہ دماغ ہی رکھتی تھی وہ شاعری سے
قالتہ عمرہم یوما التسمیٰ اس کی عورت میرے سائیکو گنتی کہ بہت محبت رکھتی تھی اور وہ ایک نفیس شاعرہ
مہلا فان لدانی امتنا ارب جانے دے ہمیں اس کی ضرورت ہو تھی اس نے اپنے اور کمالات کے علاوہ شاعر کا
دلوں تہنی فی فارس مسقرۃ کاش وہ کیجے کی آگ غوس گنتی اور ہر میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی اس کے
ثم استطاعت لمرادق وقھا اس سہارتی والہ آگ میں اینٹیں گنتی تعین شدہ گیت اسکاٹ لیز میں بہت پسند
ام خالد۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں درجہ رفیعہ ایک قبیلہ تمام خالد کے جاتے ہیں شاعر میں اس کا انتقال ہوا
اسی قبیلہ کی عورت تھی علامہ معری درزہر الآداب میں مندرجہ ذیل اور میر سیش میں دفن ہوئی۔

دردناک مرثیہ ام خالد کی طرف مہرب کرنا ہے۔ اس مرثیہ میں ام خالد اپنے پار سن (الزجۃ) شاعر میں پیدا ہوئی
کسی عزیز دوست کا اتم کرتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عزیز دوست اور شاعر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ پار سن
جس نے اس کے فزنگین میں موضوع بننے کی عزت پائی ہے پردیس میں ہلاک اور شاک کی رہنے والی تھی۔ حمیہ اشعار اور
ہوایا بلاک کیا گیا اس مرثیہ کے مآثرات میں احساس کتنا پاکیزہ اور کتنا بھن بھن کر ٹھٹھے اسے کافی مہارت تھی۔
نظری ہے۔ اور یہی خوبصورتی تو ہے جو عرب کے زمانہ جاہلیت کی شاعری میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ وہ کتنی ہے۔

اذا ما انتننا الیوم من نحو اخرہ جب اسکی زمین سے ہوا آتی ہو اور اسکی
انتننا من قاء خطاب حبوبھا خوشبو لاتی ہو تو کیا ہی ہلکی معلوم ہوتی ہو
احسن لکراہ اذا ما ذخرۃ جب اسکی یاد کرنی ہوں تو دل یا کرتا ہوں
خزل ہبرات فیض غروبھا اور آنسو دل بھرتے ہیں
حنین اسیر فاقہ مشد قیدہ جیسے پردیس میں کئی قید ہو اور وہ کہہ کر
واموہل نفس غاب عنہا جیسھا اسکا حبیب جدا ہو اور وہ رو سے

اشکار و مہیا

پیمانہ کی آہستہ ظہری

”یہ دم نہ خداجانے کس سے کہا تھا۔“ دھیرے دھیرے چل رہے: دوانے دھیرے دھیرے چل رہے: ”مگر کسی کا حکم سمجھ کر ان الفاظ کو پیمانہ کی آغوش سماعت نے جذب کر لیا۔ رقتا ریس ایک ہستی پیدا ہوئی۔ گردش میں ایک جو دھیل گیا ادا ہے غلام بلکہ غلام کے تمہیل آثار رقتا ریمانہ پرستولی ہو گئے۔ ساغر جس کی فطرت میں گردش، خمیر میں، دہر و تسلسل اور ضمیر میں تحرک تہوج تھا نہ منت خیال کی بلند چٹان پر کھڑا ہوا چلا رہا تھا۔

انگلیاں نہ روکنا

اور دوشیزہ ساحرہ

دور بھول جائیگا

عہد عالم بقا

افراد کی یہ آواز دوشیزہ ساحرہ ادب نے مٹی کی آہستہ زکنت کے ایک وقار مستہم کے ساتھ فر کر دیکھا، شاعر کی عظمت و فطرت کو سچاٹا اور اپنی پوری سادہ و قوتوں کے ساتھ کھنڈ والی انگلیوں میں خون بگر دوڑنے لگی۔

پہر وہی پیمانہ ہے۔ وہی ساغر ہے۔ وہی شراب ہے۔ حرف شراب کہہ بد گیا ہے وہ اس نے کو تہیم کی کھ کھائے ایک ایسے مرکز کی عزت مٹی۔ جہاں سے شراب کی کرنیں جھلستھیں تمام ہندوستانی پر رنگ برساکیں۔ عالم بقا۔ اور پیمانہ۔ اعتبار دور و دھیر نہیں ہیں۔ دو قوتیں مسلسل طلب ہیں اور دونوں خیر خود۔ اس لئے پیمانہ کی فرحت طلبی،

”یعنی اسے چیلنے دم لیکر“

شکست حرائم پر کیوں ممول کی جائے۔ طلوع و غروب کے لئے اوقات مقرر میں ایک غروب ہزیت آفتاب نہیں ہے۔ غزال گلاب کی قیامت نہیں کی جاسکتی۔ ادب پار کی تاریک راتوں میں اگر چاند طلوع نہ ہو تو چاند کے روشنی مستقبل کو یہ نظر عدالت کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

اگر ہمارا ہمیشہ آغوش شش پہن کی زینت بنی رہے، اگر چاند ہمیشہ راتوں کو منور کرتا رہے، اگر نسیاں ہمیشہ مولا پر سانا رہے۔ اگر کلیاں ہر وقت کہلتی رہیں۔ اگر شفق ہر لمحہ شام کے دامنوں کو رنگین نہائی رہے تو ہماری تنگ جانیں گی۔ تنوع مکتدہ ہو جائے گا مساوات کی بے گنتی نظر اور منظر دو ذوں پر طاری ہو جائیگی۔ اس لئے ہر حالت میں، ہر کیفیت میں، اور ہر سلسلہ میں ایک تبدیلی، ایک اختصار اور یک کی لازماً فطرت ہو اور لازماً فطرت پر احترام کرنا کا فون فطرت کی تو میں مہر رح۔

پورے ایک سال کی خاموشی، گونا گوں تجارب کی پذیرائی اور عجائبات صدادوں کی مشغولی کی حامل ہے۔ باوجود کشفیات اور کج شک ہونٹوں سے ہل بن مزید کے شکستہ لفظ ہواؤں میں گونج رہے ہیں۔ ذوق طلبائی کو مینا نے تک کیغ لایا ہے۔ سر پر شیشے طاق سے اُترے جا رہے ہیں چاند رشتہ کائنات کی سرستی کو پیام تازگی دینے کے لئے بے نقاب کر دیئے گئے ہیں۔ صبح سرور کا تیسرا پہر ہے۔ نازِ خضر کے بعد اذانِ میکدہ بلند ہو چکی ہے۔ ہر مسلمان ادب کو دعوتِ کیف ہو اور بادہ پرستان حقیقت کو مصلائے عام سے

ابچہ کہ ثویانت زمیں باغِ ما
محدود نہ شد بہ حدِ مستادِ ما

ناہلِ حرمِ سلامِ مستی برساں
کرمِ گزشتہ دوزِ پسیاں

ترتیب میں تبدیلی

پیمانہ کی ترتیبِ سابق ناظرین پیمانہ کو ابھی یاد ہوگی۔ تقسیم ابواب پیمانہ کا اختراع ہے۔ صرف اس لئے کہ ہر صنف کے مضامین علیحدہ علیحدہ ابواب میں مضبوط رہیں۔ اور غلط بحث نہ ہونے پائے۔ تقسیم ابواب بھی وہی ہے لیکن معلومات کی جگہ اذکار و مباحث کو مستقل کر دیا ہے اور ابابِ تفریح کا اضافہ کر کے پاراں میکدہ کے تعلقات گوارا کو آئندہ بنر سے، کچھ اور وسعت دیدی ہے۔ پہلے یہ التزام تھا کہ ہر شتر مضامین کے بعد ایک نظم ضرور ہوتی تھی۔ مگر بعض لوگوں کو یہ سلسلہ ناگوار لگتا تھا۔ اس لئے اب نظموں کے لئے کوئی تعین نہیں رہا گیا ہے۔ قصائد و کرائے تمام پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ اگر موانع حاصل نہ ہوتے تو ہم آئندہ بنروں میں سترِ صبحِ ارشد کے متعدد شاہکار شائع کر کے ناظرین پیمانہ کی نگاہوں کو دعوت دینگے۔ سترِ صبحِ ہماری خوش نصیبی سے دہلی میں موجود ہیں اور وہ ہم سے وعدہ کر چکے ہیں کہ ادبیاتِ پیمانہ سے وہ اپنے شمارت کو ضرور وابستہ کر دیں گے۔

سافر صاحب کا ڈراما انسان پیمانہ کے مسلسل بنروں میں نکل چکا ہے۔ اور ابھی اس کا سلسلہ سلسلہ عالم کی طرح باقی ہے۔ لیکن میں نے حالت اسے روک لیا ہے۔ سبک ارادہ تو یہ ہے کہ انسان مکمل کتابی صورت میں چھپ کر شائع کیا جائے۔ دوسرا ارادہ پیمانہ کے ناظرین کی رائے کے بعد پید کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اگر اصرار کی قوت زیادہ ہوئی تو انسان پھر پیمانہ میں شائع ہونے لگے گا۔

سافر صاحب کی ڈائری | سافر صاحب کئی سال سے اپنی ڈائری روزانہ لکھتے ہیں بعض تاریخوں میں کچھ ایسے مباحث آجاتے ہیں جو دلچسپی سے قاری نہیں ہوتے۔ مسلسل ڈائری شائع کر کے پیمانہ میں گنجائش نہیں۔ اس لئے میں نے سوچا ہے کہ دو صفحہ پیمانہ ان کی ڈائری کے پیمانہ میں

میری ڈائری کو چند ورق

از - ساغر سیانی نظامی



بہت سچ آنکھ کھلی تفریحاً سورج نکلنے وقت تک چار پائی پر پڑا رہا جسیت بے کیف تو نہ تھی لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی عشرت اپنا اثر دل و دماغ پر ڈال رہی تھی۔ محو الیاس صاحب بھی صاحب شرکت ادبیہ نشریف لائے۔ کچھ کہتے ہیں کہ حساب تھا جمعہ کا وقت ہو گیا، کہا تا کہا یا، جابہ مسجد میں نمازیوں کا ہجوم تھا اور میرے قلب میں انکسارات کی ہمیشہ و داغ مختلف الجھنوں میں تھا۔ اسی عالم میں غنیمت آگئی۔ مجھے جب کوئی فکر ہوتی ہے غنیمت آجاتی ہے۔ ایک گھنٹہ کے بعد مولانا فصیح انصاری اور ان کے ساتھ مولانا انور ناظمی و رئیس دیوبند اور مولانا مسعودی بہار شعلہ دیوبند آئے۔ میں تہ بند باز رہ رہا تھا۔ پند لیاں کھلی ہوئی تھیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اور قدموں اوٹی کے وحشی انسان کا ایک جھل نکا کہ معلوم ہوتا تھا۔ کچھ دیر تک سب سنا رہا تھا۔ اور مولانا حبیب الرحمن صاحب تہم دیوبند کے متعلق گفتگو ہوئی رہی۔ اس کے بعد انور صاحب شریقی صاحب نے غزلیں سنائیں۔ انور صاحب کی غزلیں میں نثر اور شریقی صاحب کی غزلیں میں رنگ جدید کی جھلک، انور صاحب کے متعلق میں خیال کرتا ہوں کہ وہ بہت جلد رنگ جدید اختیار کر لیتے۔ میں نے بھی اپنی کئی غزلیں اور نظمیں سنائیں۔ مولانا انور صاحب نے متاثر ہو کر فرمایا کہ آپ اکیلے ولی کا دل رسکتے ہیں۔ شریقی صاحب کے شروع اجا کے پیانہ سے غزل و کنا بت ہے۔ بہت خاموش اور ہندب انسان ہیں، مولانا انور صاحب ایک قسم کی صلاحیت تہذیب اور شرافت نفس کی روح جگمگاتی معلوم ہوئی۔ مولانا فصیح سے تعارف اور حسن و غیرہ پر ایک اجمالی بحث ہوئی۔ فصیح صاحب ان باتوں کے متعلق اچھا عقیدہ نہیں رکھتے، میں ردو حانیت اور متعلقات ردو حانیت کو بہت ارفع سمجھتا ہوں۔ اور اس کا بالکل قائل ہوں کہ روح انظر سے چمپ جائے کے بعد بھی اپنے اثرات دنیا پر برساتی رہتی ہے اور بزرگان دین کی رو میں خور و دنیا پلٹا

اشد کتبی میں۔ ان کے جسم قہروں میں محفوظ ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ یہ بہت پرانا عقیدہ ہے جو کہیں کہیں اور سننے خیال کے لوگ بھی کر رہے ہیں۔
 یہ خیالات سے محفوظ۔ سرور زاد واقف ہو کر مولانا اور نے کہا کہ میں تو آتے ہوئے در رہا تھا کہ آپ دونوں صاحب علیگڑہ
 خیال کے انسان ہوں گے مگر غلط فہمی کا شکر ہے کہ میرا خیال غلط نکلا۔ فیض صاحب اس بات پر بے کہ نکالے سوٹ میں نے کہا مولانا سوٹ ہے
 اور خیالات سے کیا نسبت میں سوٹ پہنتا ہوں بہت زیادہ مادیت کا قائل ہوں، دنیا کی ہر خوبصورتی میں کھوجانا چاہتا ہوں لیکن
 اسکے یہ معنی نہیں کہ میری یہ مادیت جو غالباً دلیوں اور نبیوں میں فرد رہو گی۔ میری فطری روحانیت پر غالب آجائے گی۔ میں اکثر اپنے
 اشعار میں امکان سے زیادہ تجاوز کرتا ہوں لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ میں تاثرات عالیہ سے قائل ہوں اور یہ کہ میں خدا کے وجود کا قائل ہوں
 خدا کا وجود یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ہر زمانہ میں تمام مذہبیت انسان، فرقے اور طبقے اس پر بحث کرتے رہے ہیں اور اس زمانہ میں
 جبکہ اللہ کا سمندر اپنی دور رخ موجوں کی تلک بوس دیوار میں لیکر کائنات پر چڑھنا نا چاہتا ہے اور جس کے اثرات اس وقت تک اکثر اقوام عالم
 کی روحیں میں پویت ہو گئے ہیں۔ اور اس عالم میں راتانی ذہنیت ایک غلط فلسفیانہ استدلال کی عادی ہو گئی ہے اور اس زمانہ میں کہ انسان
 نے ایک بڑی حد تک معارف ارتقا کو کٹ کر لیا ہے اور اس عصر میں کہ انسان ایک بڑی حد تک اسرار حیات پر قابو حاصل کر چکی کہ کشش میں کامیاب
 ہو چکا ہے۔ یہ بد فہم استدلال ہی عرض کروں گا کہ عورت "اؤگٹھیز" کا خالق اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ وہی ہے جسے تمام دنیا خدا کہتی ہے
 مجھے رنج ہوا کہ ہندوستان میں یہ مختلف خیال کے انسان مسلمان کیوں فرض کر سکتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر زمانے میں
 یہ تفریق خیال رہی ہے لیکن کیا ہر زمانے میں انسان کی فطرت ایک ہی رہی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ زمانہ بالکل اتحاد دین المسلمین کا
 ہے۔ تمام مسلمانوں کو ہم خیال ہو جانا چاہیے مگر یہ خیر کہتا ہے کہ یہ اتحاد خیالات غیر ممکن ہے اسلام کو اگر کسی چیز نے نقصان پہنچایا
 ہے تو وہ نفاق اور افتراق خیالات ہے اور اگر کوئی شے اسلام کو کمزور کرنے میں کامیاب ہوگی تو یہی نفاق اور افتراق خیالی، میں منت افسوس کرتا
 ہوں کہ علیگڑہ سے مکمل ہو کر پھلنے والے ان فوں نے اپنے خلاف اچھا خاصہ مواد فراہم کر لیا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے علیگڑہ کی نصرت
 محمد قسین ساعدی، انجینئر، "بھی نہیں کہا جاسکتا اگر سادہ مسلمان فرد ہیں اور مسلمان رہیں گے۔"

مازہ یہ ہے کہ ہندوستان میں طریقہ تعلیم اور انجیری نصاب علمی سرے سے غلط ہے ہم اپنے سہل اف اور اپنی حیثیت کے متعلق
 کچھ معلومات حاصل نہیں کر سکتے۔ اب ہمارے سامنے نیچر، وکٹر وغیرہ کی زندگیاں رکھی جاتی ہیں۔ اب اگر کسی کو استدلال کے متعلق
 کوئی قول بیان کرنا ہوگا تو وہ کہیگا "نیچرلین کہتا ہے۔"
 یہ کوئی مذہبیگا کہ محمد کہتا ہے۔ دنیا کے انسانی اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال نہیں دہراتے جاتے۔ بس اسی قسم کی شکایت
 بعض طبقوں کو مسلم یونیورسٹی سے ہے اور یہ بالکل بجا ہے۔

میں جدید نظام حیات کو ایک بڑی حد تک پسند کرتا ہوں اور حسب مقدور اسے قائم رکھتا ہوں، لیکن والدین ملحد اور بددلت
 و فضائل سے معزا ہوں اور میرا مسلمان ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ میرے مسلمان ہونیکا بہترین ثبوت یہ ہے کہ آج عالم تجرد میں صرف
 کے ساتھ ایک عورت کے وجود کا مسئلہ کشی ہوں اس طرح میرا مقہ ایک تلوار کی تلاش میں ہے جس طرف میری افروزش ایک محبت انگ لڑکی

ہم نے خوشی کی کہ ہمیں بھی کارٹون بنانا آجائے۔ پہلے چمکے چمکے مسکرتے رہے۔ دوپہار بیٹھنے کے بعد مجھے کباب ہم کارٹون بنانے میں مشاق ہو گئے سید الیک اخبار کے دفتر میں پہنچے اور کہا کہ جناب ہم آرٹسٹ ہیں ہمیں کوئی کام دیجئے ایڈیٹر صاحب نے کہا کہ بہت اچھا ایک کارٹون بنالیں۔ اس میں یہ خیال ظاہر کیجئے کہ ایک شخص ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں ہے وہ کتا کچھ ہے اور کتا کچھ ہے۔ ہم بہت اچھا لکھ کر چلے آئے۔ اب سوچنے لگے کہ ایڈیٹر صاحب نے تو بڑی لکھن میں ڈال دیا۔ ظاہر و باطن کا معنی ہمیں بہت پریشان کر رہا تھا۔ آخر ہم نے قلم اٹھایا اور کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچی شروع کریں اس کے بعد جب خود سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انھیں ایڈیٹر صاحب کی تصویر بن گئی ہے۔ اب یہ بڑے حیران ہوئے کہ اگر یہ کارٹون لے گئے تو ایڈیٹر صاحب بہت لکھا ہوں گے اور ہمیں دام دام کچھ نہ ملیں گے۔ تاہم ہمت کر کے پہنچے۔ اور اپنا کارٹون ان کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ پہلو تودہ بغور دیکھتے رہے۔ اس کے بعد بولے کہ میرا صاحب آپ سے ایسی امید تھی۔ ہم نے گزارش کی کہ اس میں ہماری کوئی خطا نہیں ہے۔ تصویر کچھ ایسی بن گئی ہے۔ آئندہ ایسا قصود ہوگا۔ معاف فرمائیے لیکن ایڈیٹر صاحب بہت بگڑے ہیں کارٹون کی کچھ اجرت نہ ملی۔ اور گالیاں مفت میں کھائیں لیکن جب ہم نے گھر آکر سوچا تو معلوم ہوا کہ کارٹون بنانے میں ہمیں پوری مہارت حاصل ہو گئی ہے۔ اب اگر کوئی خواہ مخواہ ناراض ہو تو یہ اسکی زیادتی ہے۔

اب کے علی گڑھ کے مشاعرہ میں ایک ادبی جاننا "جی آئے تھے۔ مگر اس کا افسوس رہا کہ انکی جھنڈی کسی اسٹیج پر نہ ہو سکی اور ان یارانِ غرض نے خانہ سالانہ کا کام زیادہ لیا کبھی کبھی وہ اسٹیج سے نیچے کسی کسی پر بھی رونق افروز نظر آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جالو کی کھال میں ایک انسانی ڈھانچہ پھنس کر رہا ہے۔ ہم سے بھی ملاقات ہوئی۔ ہم نے پوچھا کیئے بھاٹہ صاحب اس مشاعرہ کی روداد کیجئے گا۔ کہنے لگے قلم کو سردی لگ گئی ہے۔ ایسے ایسے کام سننے میں آئے کہ طبیعت کی ترخوں پر اس پر گئی۔ ہم نے کہا فردا ہی کو وہ انصافی کا الاؤ سنگھ لیجئے سب سردی دور ہو جائیگی۔ اس پر وہ مسکرائے اور انشاء اللہ لکھ کر ریشیلے مینڈل کی طرح ایک طرف کھسک گئے۔

ایک چار سطر کی افسانہ

وہ کمرہ میں گھبرا ہوا ایک دم داخل ہوا۔ ٹرنک کھولا۔ سوٹ نکالا۔ پہنا۔ جوتے باندھے۔ کار لگایا۔ روپیہ جیب میں ڈالے۔ آئینہ دیکھا۔ اور کہنے لگا: "میں نے میری محبت میں زہر کھالیا ہے۔ مجھ وہاں جلد پہنچنا چاہیے۔ اب اس کے بچنے کی مطلق امید نہیں۔" وہ یہ کہتا ہوا فوراً کمرہ سے باہر نکل گیا۔ لوگ حیران تھے۔ مگر وہ تھے۔ پریشان تھے۔ کہ صرف ۵ منٹ کے بعد وہ اس آگیا پکڑے آمار دے۔ اب اس کے چہرہ پر ایک سکون تھا لیکن انداز میں نہ تھی کہ وہ کسی کی موت کی خبر سن کر یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچا۔

الہامات

ہندوستان کے مشاہیر شعر کے تازہ اشعار

(۱)

حضرت مولانا رضا علی وحشت

جگر لاؤں کہاں سے میں جو تاراج خزاں مکیوں
انہیں آنکھوں سے گل رنگینیاں دیکھی ہیں گلشن کی
گرمیاں کامرے قصہ طلب ہے چاک نا کامی
گل مقصود سے زینت ہوئی ہے کس کے دامن کی
وہ حسن خود نامستور ہو کر اور چمکا ہے
بنی ہے نور کی سپاوریہ کیفیت ہے چمن کی

مرہم کا ذکر کس نے عداوت سے کر دیا
یہ کیا نئی غلش میرے دھم کہن میں ہے
ہیں اہل انجمن کی جو بے انتہائیاں
خلوت کا لطف مجھ کو تری انجمن میں ہے

(۲)

پروفیسر اکبر خاں اکبر حیدری

دونوں عالم ہیں گردِ راہ تری
اے ہائے خیال کیا کہنا
تو مٹانے سے ادا بھرا نی
مست پائمال کیا کہنا

اب میں سمجھا بلندیاں اپنی اے نشیب زوایاں کیا کہنا

مکن ہے عمر رفتہ کا کوئی نشان لے پوچھنے ہن گردش شام و سحر ہے ہم
لے کر بچا ہے عمر کی جس گھڑی میں تمام آگاہ ہیں حقیقتِ عمل و گفتار ہے ہم
اے مرگ! کہ زلیست کا انجام دیکھ لیں اک وعدہ کر چکے ہیں مجاہد شہر ہے ہم

ابو القاسم غزل جناب راز چاند پوری

مائل بہ سکوں بھر ہے اب قلب کی بیتابی سر بان ترے ساقی! اک جرّہ سیمابی
گلہائے تنہا سے دامنِ نظر ہے تنگ بستانِ محبت کی اللہ رے شادابی
اب راز محبت کا اللہ نگہباز ہے اب رخ سے نمایاں ہے جذبات کی بیتابی
مائل بہ تہ تیغ کیوں بھرسا زہ ہو دل کا ہر سانس کی جنبش ہے ایک جنبشِ مفرابی
ہر نالہ پر فہم اک رودادِ شبِ حرقت ہزارہ محسوس اک انساؤ بے تابابی
پروے میں شبِ غم کے کیا صبحِ قیامت ہے کیوں فیند نہیں آتی! کیوں ہی مجھے خواہی
امید کی کشتی ہے افتادہ ہر ساحل دریا سے تنہا ہے گہوارِ پو یا بی

مجدوب کا سالک ہر فرق فقط باہم
ساغر ہی نہیں تنہا، ہے راز بھی سیمابی

حضرت مولانا سیما ب صدیقی الوری اکبر آبادی

جو انتظارِ تیرا وجہِ اضطراب نہ تھا بتا تا کہ میں کیوں اُٹھائے خوابِ عتاب
مری سکوں طلبی بزمِ یار میں معلوم دیاں تو میرا تیرا بھی استجابِ عتاب
نالِ اُنس ہے، میرا تباہ ہو جانا بجا کہا کہ تمہیں مجھ سے بختِ نازِ عتاب
نہ پوچھ میری شبِ بھر کس طرح گزری عیالی میں بھی کہیں دور دور خوابِ عتاب
لطیف تر مٹی تری انتظار کی تکلیف کہ اضطراب تھا ادھر پھر بھی اضطرابِ عتاب
مثالِ رنگِ زمانہ بدل گیا مجھ سے تو اراجِ وفا تمام، سٹہا سٹہا عتاب

یہ اتفاق تھا سو یا تو نیند اسی گئی
محبب مکرہا ماس تھا شباب کے بعد
محبب تو قبر میں بھی اعتبار خواہاں تھا
نظر انھی تو کسی چیز پر شباب تھا
یہ تیرا نقص طلب تھا کہ تو رہا نشہ
جو نہ موندنا تو یہ سارا جہاں سر لٹ تھا
نہ تھا وہ بھید کہ دنیا مجھے سمجھ لیتی
میں خود بھی اپنے سمجھنے پرکا میکہ تھا

بخیر جلسہ محشر گذر گیا سیلاب
بھلا ہوا کہ میں سرگرم اضطراب نہ تھا

حضرت مولانا آزاد و انصاری

اور

حضرت رونا اکبر آبادی

سکون غم کی بے تابی جہاں معلوم ہوتی ہے ————— نگاہ یاس دل کی تر مہیاں معلوم ہوتی ہے
ہر ایک ایوں ہستی داستان معلوم ہوتی ہے ————— دل با فکاروں کی پیپ بالکل فغاں معلوم ہوتی ہے

خموشی در و مندوں کی زبان معلوم ہوتی ہے

مرے آئینہ حکمت کا جو ہر جگہ دم لیسگی ————— یہ مخلوقات میں بہتر سے بہترین کے دم لیسگی
نشانِ غرور شانِ بندہ پر ور جگہ دم لیسگی ————— مری پستی تری رفعت کا مظہر بن کے دم لیسگی

مری ہستی ترا را ز نہاں معلوم ہوتی ہے

یہ آسائش کسی حکمت سے جینے دی یہ ناممکن ————— مرے یہ کبار غم الفت سے جینے دے یہ ناممکن
اب اسکی یاد اس صورت سے جینے دی یہ ناممکن ————— اب اسکی آرزو راحت سے جینے دے یہ ناممکن

اب اسکی جستجو دامن کشاں معلوم ہوتی ہے

وہ بھگتے دل ہکا مہ آرا سر دکر بیٹیا ————— پھر اپنی گرمی مغل کی دنیا سر دکر بیٹیا
پھر پناذوق و شوق بے قابو سر دکر بیٹیا ————— قماشہ ہو کہ پھر بزم تماشا سر دکر بیٹیا

تنہا ہے کہ پھر تلاش بجاں معلوم ہوتی ہے

غائب وہ خواہش و رمانِ اچھ در دکاشکو ————— نہ اچھ زندگی کی دمن نہ اب وہ نوک کاشکو
نہ اس سب غم امروزی نے فکرِ حرم نہ ————— نہ اچھ غمِ رغبت نہ دنیا نہ اب وہ حسرت معنی

طبیعت بے نیازِ دو جہاں معلوم ہوتی ہے

تیز نقشِ پائے زنگیاں شکل بہت مشکل ————— عبورِ محدودِ امتحانِ شکل بہت مشکل
روسائی اور بہ این ثابتِ توانِ شکل بہت مشکل ————— اب امیدِ نجاتِ کارواںِ شکل بہت مشکل

تباہیِ کارواںِ درکارواں معلوم ہوتی ہے

یہ عالم جس جگہ ہو گا وہاں لبر کا گھر ہو گا ————— اسی جاںِ جہاںِ جاںِ جاںِ لبر کا گھر ہو گا
جو پوشیدہ جو عتادہ مکانِ لبر کا گھر ہو گا ————— فردِ آزادِ دل اُس بے نشاںِ لبر کا گھر ہو گا

فضائے دل فضائے لامکان معلوم ہوتی ہے

ساغرِ نظامی

فرشتے جمع کر لیں میرے اجزائے پریشاں کو
شرارِ آہِ آمادہ ہیں ان کو کھینچ لانے پر ...
جو آغازِ جنوں میں ایک قسَم بن کے آیا تھا
مرے دل کی ہر اک آسودگی بربادِ ماتم ہے
مجھے ہے اعترافِ اپنی شکستِ طبعِ موزوں کا
مری ہر سانس سے رومانیت بیدار ہوتی ہے
نری فرقت میں وہ رنگینِ نغمے گائے ہیں اس نے
مرے آنسو میں گہرا رنگ ہے تیری محبت کا
ہر اک انس میں غمِ انجام ہے اے دیکھنے والو
محبت میں یہ ہے پروازِ جوشِ دلِ معاذ اللہ
ہر اک ذرہ میں کروٹ لے رہی ہے روحِ موسیقی
رے اوفتنہ زانِ اونمہ گراؤ بریطِ ناطق
زمین سے آسمان تک محفلِ ارواحِ قائم ہے

کج روی کے درختوں پر پھر آنی چاندنی ساغر
پھر الہامِ شبنم نے کر دیا روشنِ سیاہاں کو

ملنے کا پتہ :- غالب بک ڈپو دہلی

علامہ شبلی نعمانی مرحوم		مفتی شوکت علی فہمی ٹی		کمال کن عزیز چاٹو		طب و حکمت	
۸	سیرۃ النعمان	۸	دولہا دولہن	۸	فن تقریر	۸	مجرات شیخ الرئیس
۸	سوانح مولانا روم	۸	میاں پیوی	۸	فن سخن	۸	الفاظ الادبیہ فارسی
۸	حیات سعدی	۸	زن دستور	۸	فن استہوار	۸	خزینہ العلاج
۸	حیات حافظ	۸	مرد عورت	۸	روح البختری	۸	مجرات بوعلی سینا
۸	مقالات شبلی	۸	عیش و نشاط	۸	تعلیم موٹر	۸	تریاق استمنا
۸	مجموعہ رسائل شبلی	۸	دولہا دولہن کے خطوط	۸	معلومات تجارت	۸	تریاق یاد
۸	نظم شبلی	۸	میاں پیوی کے خطوط	۸	اسرار صنعت	۸	طب یوسفی
۸	اوزنگ زیب عالمگیر	۸		۸	مکمل عربی خانہ	۸	صحیح النساء
۸	آغاز اسلام	۸	پروفیسر کبیر حیدری	۸	پنواڑی کی دوکان	۸	محافظ الصبیان
۸		۸	رقاصہ	۸	خلوئی کی تعلیم	۸	خواص الادویہ امریزی
۸	قاری سرفراز حسین عجمی	۸	سیر خرابات	۸	اقسام الطعام شاہجہانی	۸	بستان المنہجات انگریزی
۸	سعید	۸	ایک عیاش کی ڈائری	۸	ایوان نعمت	۸	مخزن مفردات و مرکبات
۸	سعادت	۸	عبرت کدہ	۸	انگریزی کمانو کی کتاب	۸	ایضاً حصہ دوم
۸	شاہد رعا	۸	مشر بہاری ہر کم کی ڈائری	۸	نیا باورچی خانہ	۸	ایضاً سیم
۸	سزائے عیش	۸	مشر مجنون ۱۹۲۵ء میں	۸	صابون سازی	۸	ایضاً چارم
۸	انجام عیش	۸	عورت ۱۹۲۵ء میں	۸	بے دامن کا رنگریز	۸	گنجینہ طب
۸	سراب عیش	۸		۸	رسالہ گلٹ	۸	زبدۃ الحکمت
۸		۸	خاتم العصر حضرت مسافر عجمی	۸	علم المطابع	۸	اختیارات بدیع
۸	مولانا سیام اکبر آبادی	۸	شبایات	۸	رسالہ فوٹو	۸	قرابادین قادری فارسی
۸	سیرۃ الحسین	۸	خفا نہ برکات	۸	رسالہ شطرنج	۸	مفح القلوب اردو
۸	سیرۃ الکبریٰ	۸	سمند کی خداوندہ	۸	کلید فوٹو گرافی	۸	اکسیرتہ دوحتمہ
۸	بنت الرسول	۸	گناہ کی قیمت	۸	رہنمائے نائپ پریس	۸	پچوٹے پھنی کا علاج
۸	نہ بستان (مجموعہ نظمیات)	۸	کشمیر کا مستقبل	۸	فن یاغبانی	۸	مال بچہ کا علاج
۸	راز و روض	۸	انسان (ڈراما)	۸	مراسلات تجارت	۸	لوڑوں کا علاج
۸	حالات عالی	۸		۸	رسالہ کیمیا	۸	اکسیر اسپ
۸	چراغ داغ	۸	مولانا زاہد القادری	۸	تاش کے شجہے	۸	رسالہ الجنین با تصویر
۸	جنت کے خطوط	۸		۸	نغمہ ستار	۸	شفاء الاطفال
۸	سوانح نورجہاں	۸	فلاح دین ددینا	۸	معلم ستار	۸	آمالیق عطاران
۸	سوانح زیب النساء بیگم	۸	عروس بھرنا	۸	قانون ستار	۸	مخزن خارج حیوانی
۸	معلمہ	۸	اسلامی زندگی	۸	دائی	۸	مجرات حکیم حسام الدین جید
۸	زمانہ بختہ (۱۰ کتابیں)	۸	مذہبی معلومات	۸	کلید ہار مونیم حصہ اول	۸	مقالات احسانی
۸		۸		۸	ایضاً دوم	۸	ہماری غذا میں
۸		۸		۸	زندگی کی بہار	۸	بچوں کی دیکھ بہال

